بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

نیپال اردو ٹائمز

ہفت روزہ

Weekly
The NEPAL URDU TIMES

جلد نمبرا
VOL:(1)

چیف ایڈیٹر:عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

12 صفحات

18/جون 2026 مطابق 02/محرم الحرام 1448ھ/4گتے اسار 2083

شمارہ نمبر ۹۴
ISSUE (94)

بھارت نیپال سرحدی ستونوں کے تحفظ اور مرمت کے لیے مشترکہ جائزہ میٹنگ کا انعقاد

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال بھارت سرحدی ستونوں کے تحفظ مرمت اور تعمیر نو کے کاموں کو تیز کرنے کے مقصد سے دونوں ممالک کے حکام کے درمیان ایک مشترکہ جائزہ میٹنگ ہفتہ کو جھاپا کے برتموڑ میں منعقد ہوئی محکمہ کان کنی، کاٹھمنڈو کی بارڈر برانچ کے زیر اہتمام منعقدہ اس اجلاس میں مشرقی نیپال میں جھاپا، ایلم پنچتھر اور تیلپجنگ سے متصل سرحدی علاقوں میں جاری فیلڈ ورکس کی پیشرفت کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں مشترکہ تکنیکی ٹیم نے گزشتہ تین ماہ میں کیے گئے کام اور سرحدی ستونوں کی مرمت اور تعمیر

نو کی ضرورت کی تفصیلات بتائیں۔ سرحد سے متعلق تکنیکی مسائل پر باقاعدگی سے ہونے والی اس طرح کی میٹنگوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ حد بندی کی وضاحت کو برقرار رکھنے اور سرحدی ستونوں کے تحفظ کو مضبوط بنانے میں معاون ثابت ہوں گی۔ اجلاس میں سرحدی علاقوں میں درپیش تکنیکی مسائل کے حل ضروری ہم آہنگی اور آئندہ ایکشن پلان پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ ناپی افسر بریرام یادو، جونا پیٹھکمہ کے سربراہ ہیں، نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان طے شدہ دو طرفہ افہام و تفہیم کے مطابق سرحدیستونوں کی مرمت اور تعمیر نو کا کام جاری ہے۔ ان کے مطابق مشترکہ تکنیکی ٹیم کی جانب سے جائے وقوع کے معائنے کے بعد تیار کردہ رپورٹس کی بنیاد پر ضروری فیصلے کرنے کا عمل جاری ہے ۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفس کے قائم مقام انفارمیشن آفیسر وجے چوہان نے کہا کہ نیپال بھارت سرحد سے متعلق دو طرفہ فیلڈ سروے میٹنگ برتموڑ میں کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی۔ مختلف سرحدی انتظامی اداروں کے درمیان ہم آہنگی کو مزید موثر بنانے پر بھی بات چیت ہوئی۔

بارش کے موسمی آفات کا انتظام حکومت کی اولین ترجیح ہے:وزیر داخلہ گورنگ

شفیق رضا

کاٹھمانڈو – وزیر داخلہ سدھن گورنگ نے کہا ہے کہ حکومت بارش کے موسمی آفات کے انتظام کو اولین ترجیح کے طور پر لے کر تیاری کر رہی ہے۔ یہ بات انہوں نے آفات کے خطرات کو کم کرنے اور ان کے انتظام کے قومی ادارے کے زیر اہتمام بارش سے قبل کی تیاری اور ردعمل کے حوالے سے منعقدہ ایک اجلاس میں شرکت کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور دیگر قدرتی آفات کے واقعات میں شہریوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے ہیلی کاپٹروں سے لے کر سیکیورٹی اداروں کے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ آفات کے انتظام کے لیے سیکیورٹی اداروں کو تعینات کیا جا چکا ہے۔ وزیر گورنگ نے کہا کہ وہ رسمی معائنے کے بجائے شہریوں کی براہ راست حفاظت اور امدادی کاموں پر توجہ مرکوز کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ "بارش کے موسم میں، مشرقی اور مغربی شاہراہوں سمیت زیر تعمیر سڑکوں پر سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے ٹریفک کی بندش کے خطرے کو مد نظر رکھتے ہوئے، وزارت داخلہ وزارت انفراسٹرکچر اور ٹرانسپورٹ کے ساتھ ہم آہنگی کر رہی ہے۔" "ہم نے ایک خصوصی ڈیجیٹل نظام (ایپ) تیار کیا ہے جو یہ بتائے گا کہ سڑک کی بندش کو دور کرنے کے لیے کون سے بلڈوزر اور آلات کہاں دستیاب ہیں۔ اس نظام کے ذریعے، اگر کسی مقام پر لینڈ سلائیڈنگ یا سڑک کی بندش ہوتی ہے، تو قریبی آلات کو فوری طور پر استعمال کر کے سڑک کو کھولنے کا انتظام کیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا کہ اس سے مسافروں کو ماضی کی طرح طویل عرصے تک سڑک پر پھنسے رہنے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وزیر داخلہ گورنگ نے ماضی میں قدرتی آفات سے شہریوں کو پہنچنے والے نقصانات کے تجربات کی بنیاد پر اس بار مزید مؤثر طریقے سے کام کرنے کا عزم کیا۔ آفات کے انتظام کے لیے ہماری تیاری اچھی ہے، اور اسی کے مطابق سیکیورٹی اداروں کو بھی تعینات کیا گیا ہے۔ اسی کے مطابق ہم نے مختلف کو۔ لیڈز، لیڈز کو بھی ہدایات دی ہیں"، انہوں نے کہا، "وزارت داخلہ نے وزارت انفراسٹرکچر کے ساتھ مل کر، اگر کوئی سیلاب یا لینڈ سلائیڈنگ ہوتی ہے، تو اس کے لیے لینڈ سلائیڈنگ کو دور کرنے کے لیے ایک ایپ تیار کی ہے۔ بلڈوزر کہاں کہاں ہیں اس کا بالکل پتہ چل جائے گا۔"

حکومت نے آئینی ترمیم پر بحث کے لیے ٹاسک فورس کی ڈیڈ لائن بڑھا دی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وفاقی حکومت نے آئینی ترمیم کے مسودے پر سیاسی جماعتوں سے مشاورت مکمل کرنے کے لیے قائم کردہ ٹاسک فورس کی ڈیڈ لائن میں توسیع کر دی ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق ٹاسک فورس کو اب اضافی وقت دیا گیا ہے تاکہ تمام اسٹیک ہولڈرز کی رائے شامل کی جا سکے۔ وزیر اعظم کی زیر صدارت کابینہ کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ آئینی ترمیم ایک حساس معاملہ ہے۔ اس لیے جلد بازی کے بجائے مکمل اتفاق رائے پیدا کرنا ضروری ہے۔ کابینہ نے ہدایت دی کہ ٹاسک فورس تمام

صوبوں اور اقلیتی گروہوں سے تحری تجاویز لے کر رپورٹ مرتب کرے۔ ٹاسک فورس کا کام آئینی ترمیم کے متنازعہ شقوں پر قانونی اور سیاسی جائزہ لینا تھا۔ اصل ڈیڈ لائن گزرنے کے بعد کئی جماعتوں نے مزید وقت مانگا تھا۔ حکومت کا کہنا ہے کہ آئین میں تبدیلی کا معاملہ قومی مفاد سے جڑا ہے، اس لیے مشاورت کا دائرہ وسیع کرنا ضروری تھا۔ سرکاری اعلامیے کے مطابق توسیع کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوبائی حکومتیں اور سول سوسائٹی نے کچھ شقوں پر تحفظات ظاہر کیے ہیں۔ ٹاسک فورس کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ان تحفظات کا جائزہ لے کر متبادل تجاویز بھی رپورٹ کا حصہ بنائے۔ اپوزیشن جماعتوں نے ڈیڈ لائن میں توسیع کو مثبت قدم قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آئینی ترمیم پر قومی اتفاق رائے کے بغیر پارلیمنٹ سے منظوری لینا مناسب نہیں۔ حکومتی اتحادیوں نے بھی کہا کہ جلدی کے بجائے بہتر مسودہ سامنے آنا چاہیے تاکہ مستقبل میں قانونی پیچیدگیاں نہ پیدا ہوں۔ اگلا ڈیڈ لائن کے بعد ٹاسک فورس اپنی حتمی رپورٹ کابینہ کو پیش کرے گی۔ اس کے بعد مسودہ پارلیمانی کمیٹی کے سپرد کیا جائے گا۔ حکومت نے یقین دلایا ہے کہ ترمیم کا عمل شفاف ہو گا اور عوام کو ہر مرحلے پر اعتماد میں لیا جائے گا

لاپتہ سرحدی ستونوں کی بحالی کے لیے کام زور وشور سے جاری ہے:وزیر خارجہ کھنال

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو وزیر خارجہ کھنال نے پارلیمنٹ میں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ لاپتہ سرحدی ستونوں کی بحالی کے لیے کام زور و شور سے جاری ہے وزیر خارجہ کھنال نے ایوان میں اٹھائے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ سرحد پر لاپتہ یا خراب شدہ ستونوں کی نشاندہی کے بعد بحالی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا "لاپتہ سرحدی ستونوں کی بحالی کے لیے کام زور و شور سے جاری ہے"۔ وزیر خارجہ نے یقین دلایا کہ حکومت اس معاملے پر سنجیدہ ہے۔ کھنال کے مطابق دونوں ممالک کی سرحدی ٹیمیں مشترکہ سروے کر رہی ہیں۔ ٹیمیں پہلے لاپتہ ستونوں کی اصل جگہ کا تعین کر رہی ہیں۔ جہاں ستون مکمل طور پر غائب ہیں وہاں نئے ستون نصب کیے جا رہے ہیں۔ جہاں ستون موجود ہیں لیکن نمبر یا نشان مٹ گئے ہیں وہاں دوبارہ نشان دہی اور پینٹ کا کام ہو رہی ہے۔ وزیر خارجہ نے کہا کہ سرحدی ستونوں کی بحالی حکومت کی اولین ترجیح ہے۔ ان کے مطابق واضح سرحدی نشانات سے دو مقاصد حاصل ہوں گے: ایک تو سرحدی تنازعات کے امکانات کم ہوں گے، دوسرا مقامی کسانوں اور

بستیوں کے لوگوں کو اپنی زمین کی حد معلوم ہو سکے گی۔ کھنال نے ستونوں کی بحالی کو "صرف تکنیکی کام نہیں بلکہ دوستی اور اعتماد کی علامت" قرار دیا۔ وزیر خارجہ نے ایوان کو بتایا کہ بحالی کا کام مقررہ وقت کے اندر مکمل کرنے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ تمام لاپتہ ستونوں کی فہرست بنالی گئی ہے اور مرحلہ وار ان کی بحالی ہو رہی ہے۔ کھنال نے کہا کہ کام مکمل ہونے کے بعد دونوں ممالک کی ٹیمیں مشترکہ تصدیق بھی کریں گی۔

فنِ خطاطی اور جذبہِ ایمانی کا لازوال شاہکار

نمائندہ,نیپال اردو ٹائمز سید ظہیر احمد فنا

تبدیلی کا وقت: مکہ مکرمہ سے یو این آئی (UNI) کی رپورٹ کے مطابق، ۱۵ جون ۲۰۲۶، پیر کی شب (مناسکِ حج سے قبل) کعبہ کا نیا غلاف یعنی "کسوہ" تبدیل کیا جائے گا۔ غلاف کی تبدیلی کا مرکزی عمل پیر کی رات ٹھیک ۱۲:۰۰ بجے (نصف شب) شروع ہو گا۔

تیاری کا دورانیہ: یہ عظیم الشان غلاف ۱۰ ماہ کی شبانہ روز محنت، مہارت اور گہرے جذبہِ ایمانی کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔

میڈیا کا دورہ: سعودی جنرل اتھارٹی میڈیا ریگولیشنز نے مناسکِ حج سے قبل ۲۷ اسلامی ممالک کے میڈیا وفد کو "کنگ عبد العزیز کمپلیکس برائے غلافِ کعبہ" کا خصوصی دورہ کروایا، تاکہ دنیا کو روایتی دستکاری اور جدید ٹیکنالوجی کا یہ حسین امتزاج دکھایا جا سکے۔

غلاف کی خصوصیات:

یہ غلاف محض ایک کپڑا نہیں بلکہ اسلامی فنِ لطیفہ کا زندہ شاہکار ہے۔

اس پر موجود قرآنی آیات کو نمایاں کرنے کے لیے خالص سونے اور چاندی کے تاروں کا استعمال کیا گیا ہے، جو سال بھر موسم کی تبدیلیوں کے باوجود پائیدار اور چمکدار رہتے ہیں۔

اس غلاف کی لمبائی ۱۴ میٹر ہے اور یہ ۵ حصوں پر مشتمل ہے، جس کا استر (lining) اسے مضبوطی فراہم کرتا ہے۔

براہِ راست نشریات: سعودی عرب کے نشریاتی اداروں کے مطابق، پیر کی شب ہونے والی اس روح پرور تقریب کو دنیا بھر میں لائیو اسٹریم (براہِ راست) دکھایا جائے گا تاکہ ہر مسلمان اس عظیم الشان لمحے کا حصہ بن سکے۔

ہم تاجروں کی تجاویز کے مطابق پالیسی پر نظر ثانی کے لیے تیار ہیں:وزیر خزانہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر خزانہ ڈاکٹر سورنم واگلے نے نجی شعبے اور کاروباری برادری کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے اور معاشی اصلاحات کو تیز کرنے کے عزم کا اعادہ کیا ہے۔ نیپال چیمبر آف کامرس سے خطاب کرتے ہوئے، انہوں نے تاجروں کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر مثبت ردعمل دیا اور پالیسی و انتظامی رکاوٹیں دور کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ حکومت نے نجی شعبے کے ساتھ شراکت داری کو فروغ دینے کی پالیسی اپنائی ہے تاکہ ملک کو ترقی کی نئی سمت دی جا سکے۔ حکومت تمام سیاسی جماعتوں اور تاجروں کے وفود سے ملنے والی تجاویز اور آراء کو سنجیدگی سے لے رہی ہے۔ تاجروں کی تجاویز کی روشنی میں ٹیکس کی شرح، محصولات کی وصولی، اور کسٹم ڈیوٹی جیسے امور پر نظرِ ثانی کی جا رہی ہے تاکہ کاروبار دوست ماحول کو یقینی بنایا جا سکے۔ آسان ٹیکس نظام: چھوٹے تاجروں کو ہراساں کرنے کے بجائے، رضاکارانہ ٹیکس ادائیگی کے لیے آسان اسکیموں کی فراہمی پر کام جاری ہے۔ قانون سازی میں بہتری: کاروبار میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے کئی پرانے قوانین کو ختم یا تبدیل کر کے نئی ترامیم کی جا رہی ہیں۔ وزیر خزانہ کا ماننا ہے کہ معاشی بحالی اور سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے تاجر برادری کا اعتماد بحال کرنا انتہائی اہم ہے۔ تاجر رہنماؤں اور صنعت کاروں کے تحفظات کو دور کرنے کے لیے مختلف تجاویز پر عمل درآمد کا عمل شروع کیا جا چکا ہے۔

پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نہیں آرہے ہے، وزیر دفاع کو بلایا جائے: چیئرمین رائے

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

چیئرمین ہرکاراج رائے نے پارلیمنٹ میں انڈین بارڈر سیکیورٹی فورسز کی ستا کے علاقے میں مبینہ مداخلت اور نیپالی شہریوں کو ہراساں کیے جانے کی ویڈیوز پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران چیئرمین رائے نے ایوان میں کہا کہ وزیر اعظم بالین شاہ نہیں آرہے ہے، وزیر دفاع کو بلایا جائے۔

چیئرمین رائے نے کارروائی کے دوران نکتہ اعتراض اٹھایا۔ چیئرمین کا کہنا تھا کہ ایوان میں دفاعی امور پر بحث ہو رہی ہے اور وزیر اعظم بالین شاہ ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ چیئرمین رائے نے اسپیکر سے استدعا کی کہ پارلیمانی ضابطے کے مطابق متعلقہ محکمے کے وزیر کو طلب کیا جائے۔ ان کے مطابق سرحدی سلامتی اور دفاعی انتظامات کا معاملہ زیر بحث ہے، اس لیے وزیر دفاع ایوان میں آ کر اراکین کے سوالات کا جواب دیں۔

چیئرمین رائے کا مطالبہ سننے کے بعد اسپیکر نے کہا کہ ایوان کے قواعد کے مطابق وزیر کی غیر حاضری میں متعلقہ وزیر کو بلایا جا سکتا ہے۔ اسپیکر نے پارلیمنٹ سیکریٹریٹ کو ہدایت کی کہ وزیر دفاع کو فوری طور پر ایوان میں طلبی کا پیغام بھجوایا جائے۔ چیئرمین رائے کے بیان پر ایوان میں مختصر بحث ہوئی۔ حکومتی اراکین نے کہا کہ وزیر اعظم بالین شاہ کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکے۔ اپوزیشن اراکین نے چیئرمین رائے کے مطالبے کی حمایت کی اور کہا کہ وزیر دفاع کی وضاحت ضروری ہے تاکہ بحث آگے بڑھ سکے

نیپال کے ہندوستانی سرزمین پر قبضے کی کوئی حقیقت نہیں: سابق وزیر خارجہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو سابق وزیر خارجہ تھاپا کی جانب سے اس موقف کا اظہار کیا کہ نیپال نے کسی بھی ہندوستانی علاقے پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ اس حوالے سے کوئی حقیقت یا ثبوت موجود نہیں۔ ان کا مطالبہ تھا کہ سرحدی تنازعات کو تاریخی حقائق اور باہمی مذاکرات کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔ نیپال کی کمیونسٹ پارٹی (یو ایم ایل) کے رہنما اور سابق وزیر خارجہ نے کہا تھا کہ کالی ندی کے مشرق کے علاقے (بشمول لیپو لیکھ، کالاپانی اور لمپیادھورا) تاریخی طور پر نیپال کا حصہ ہیں۔ انھوں نے اس بات کو مسترد کیا کہ نیپال نے کوئی بھی ہندوستانی زمین پر قبضہ کیا ہے، اور اس بات پر زور دیا کہ نیپالی علاقے پر بھارتی قبضے کے شواہد موجود ہیں۔ حالیہ پارلیمانی بحث میں اس معاملے پر اس وقت ہنگامہ کھڑا ہوا جب وزیر اعظم بالین شاہ (بالین شاہ) نے پارلیمنٹ میں بیان دیا کہ نیپال نے بھی کچھ تکنیکی وجوہات کی بنا پر ہندوستان کی زمین پر قبضہ کر رکھا ہے۔ تھاپا کے مطابق حالیہ عرصے میں سرحدی علاقے کو لے کر جو بحث چل رہی ہے، اس کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ نیپال نے کبھی بھی ہندوستان کی سرزمین پر قبضے کا کوئی اقدام نہیں کیا۔ یو ایم ایل رہنما نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان سرحدی معاملات ہمیشہ سفارتی طریقے سے حل ہوتے رہے ہیں۔ تھاپا نے واضح کیا کہ نیپال ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا خواہاں ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

معاہدہ کے باوجود جنوبی لبنان پر حملے، ایران کا اسرائیل کو انتباہ

بیروت:(ایجنسیاں)
مشرق وسطیٰ میں امن معاہدہ ہونے کے باوجود اسرائیل کے بہیمانہ حملے جاری ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی افواج نے جنوبی لبنان کے کئی علاقوں پر فضائی حملے کیے ہیں۔ان حملوں پر ایران نے سخت ردعمل ظاہر کیا اور انتباہ دیا کہ اگر اسرائیل ظالمانہ حرکتوں سے باز نہ آیا تو اسے سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ لبنان کی نیشنل نیوز ایجنسی (این این اے) نے بتایا کہ اسرائیلی جنگی طیاروں نے نبطیہ الفوقا کے علاقے اور قریبی قصبے کفر تبنیت کے مشرقی مضافات کو نشانہ بناتے ہوئے چھاپے مارے۔ این این اے نے رپورٹ کیا کہ اسرائیلیوں نے زہرانی علاقے کے قصبے انصاریہ پر ڈرون حملہ بھی کیا۔ حملوں کا خطرہ، لوگوں کی واپسی کا عمل متاثر اگرچہ مشرق وسطیٰ کی جنگ کو ختم کرنے کیلئے پیر کے روز امریکہ اور ایران کے درمیان معاہدے کے اعلان کے بعد سے لبنان میں تشدد میں کمی آئی ہے لیکن این این اے کے مطابق، معاہدے کے بعد سے اب تک جنوب پر اسرائیلی حملوں میں کم از کم پانچ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ تشدد میں کمی نے جنوبی لبنان کے کچھ رہائشیوں کو اپنے قصبوں اور دیہاتوں کا معائنہ کرنے اور واپس آنے کی اجازت دی ہے، لیکن لبنانی فوج نے پناہ گزیں کیمپوں اور کھلے مقامات پر عارضی خیموں میں رہ رہے

ہزاروں مقامی افراد پر زور دیا ہے کہ وہ "اسرائیلی خلاف ورزیوں اور حملوں کے خطرے" کے پیش نظر اپنی واپسی میں تاخیر کریں۔ امریکہ اور اسرائیل کے حملوں میں ایران کے رہبر اعلیٰ کے جاں بحق ہونے کے ردعمل میں ایران کی حمایت یافتہ حزب اللہ گروپ کی جانب سے اسرائیل پر راکٹ فائر کیے جانے کے بعد، مارچ کے اوائل میں لبنان مشرق وسطیٰ کی جنگ میں شامل ہو گیا تھا۔ایران کے وزیر خارجہ عباس عراقچی نے گزشتہ روز کہا کہ اس جنگ میں قابض کیے گئے علاقوں سے اسرائیلی افواج کے انخلاء کے بغیر تنازع کا خاتمہ نامکمل ہو گا۔انہوں نے کہا کہ "صہیونی حکومت کی جانب سے اب سے لبنان پر کوئی بھی فوجی حملہ اور لبنانی علاقوں پر مسلسل قبضہ، ہمارے نزدیک مفاہمت کی یادداشت کی خلاف ورزی تصور کیا جائے گا۔" یاہو کی ہٹ دھرمی لیکن اسرائیلی وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو نے پیر کے روز کہا کہ ان کے ملک کی افواج جب تک ضرورت ہو گی لبنان میں رہیں گی۔ حزب اللہ نے منگل کے روز سے اب تک جنوبی لبنان میں اسرائیلی اہداف پر حملوں کا دعویٰ کرنے والا کوئی بیان جاری نہیں کیا ہے۔انہوں نے منگل کے روز لبنان سمیت تمام محاذوں پر فوجی کارروائیاں فوری اور مستقل طور پر بند کرنے کے لیے اسرائیل کو مجبور کرنے کی ایرانی کوششوں پر تشکر کا اظہار کیا تھا۔لبنان کی وزارت صحت نے منگل کے روز جنگ شروع ہونے کے بعد سے اسرائیلی حملوں میں مرنے والوں کی تعداد بڑھا کر ۳/ ہزار ۸۲۶/ کر دی ہے، کیونکہ امدادی کارکن ملبے سے مزید لاشیں نکال رہے ہیں۔

ایران نے کیا کہا؟

خاتم الانبیا سینٹرل ہیڈ کوارٹر نے خبردار کیا ہے کہ اگر اسرائیل جنوبی لبنان میں اپنی عسکری کارروائیوں سے باز نہ آیا تو اُسے فیصلہ کن جواب دیں گے۔ گزشتہ ۲/ روز کے دوران اسرائیلی افواج نے جنوبی لبنان میں جنگ بندی کی ۸۴/ ویں بار خلاف ورزی کی ہے اور عام شہریوں کو شہید کیا گیا، ترجمان خاتم الانبیا ہیڈ کوارٹرز نے واضح کیا کہ اگر صورت حال یہی رہی اور اسرائیلی فوج نے جنوبی لبنان میں اپنی کارروائیاں نہ روکیں تو ایران کی مسلح افواج مناسب اور سخت جواب دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ایرانی فوج نے کہا کہ خطے میں کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کیا جائے گا اور یک طرفہ کارروائیوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔۲/ مارچ سے اب تک لبنان میں کیا کچھ ہوا؟

واضح رہے کہ اسرائیل نے امریکی دباؤ نظر انداز کرتے ہوئے جنوبی لبنان پر ایک بار پھر بم برسا دیے ہیں، اسرائیلی جنگی طیاروں نے جنوبی لبنان کے ضلع نبطیہ میں بمباری کی، اور متعدد مقامات کو نشانہ بنایا، ان حملوں میں ۴/ افراد شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ صہیونی فوج نے میفدون میں ۳/ ڈرون داغے، توپ خانے سے بھی کارروائی کی، ۲/ مارچ سے حملوں میں شہدا کی تعداد ۲/ ہزار ۸۲۶/ ہو چکی، جن میں سینکڑوں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، جبکہ ۱۰/ لاکھ سے زائد افراد گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

نیا معاہدہ ایران کی نیوکلیئر صلاحیت کیخلاف دیوار ہے: ٹرمپ

واشنگٹن:(نیوز ایجنسی) امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا ہے کہ نیا معاہدہ ایران کی نیوکلیئر صلاحیت کے خلاف دیوار ہے۔ فرانس میں متحدہ عرب امارات کے صدر کے ساتھ ملاقات میں ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ ایران معاہدے کو کانگریس بھیجنے کا خیال اچھا ہے، ایران ڈیل کانگریس کو نظر ثانی کے لیے بھیجی جاسکتی ہے لیکن نیا معاہدہ ایران کے نیوکلیئر صلاحیت کیخلاف دیوار ہے۔ایران سے اپنے معاہدے کا موازنہ اوباما معاہدے سے کرتے ہوئے ٹرمپ نے دعویٰ کیا کہ اوباما کا ایران معاہدہ مشرق وسطیٰ کے لیے خطرناک تھا، اوباما کا معاہدہ ایران کو نیوکلیئر ہتھیار کے حصول کا سبب بن سکتا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایران جلد معاملہ حل کرنا اور کاروبار کی طرف واپس آنا چاہتا ہے، ایران کے ساتھ معاہدے کے نکات ایک دو روز میں خود میڈیا کو پڑھ کر سنائیں گے۔

ایلون مسک ہر گھنٹے ایک ملین ڈالرز خرچ کرنے کے باوجود دیوالیہ نہیں ہونگے

سان فرانسسکو:(ایجنسیاں) امریکی کاروباری شخصیت ایلون مسک دنیا کے پہلے کھرب پتی بزنس مین بن گئے ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا کی رپورٹس کے مطابق ۱۲ جون ۲۰۲۶ء کو ان کی خلائی اور مصنوعی ذہانت کی کمپنی اسپیس ایکس کے حصص مارکیٹ میں آنے کے بعد ان کی مجموعی دولت تقریباً ۲۶ء۱ ٹریلین ڈالرز تک پہنچ گئی۔ اسپیس ایکس کے حصص ۱۵۰ ڈالرز فی شیئر پر ٹریڈ ہوئے جس کے بعد کمپنی کی مالیت تقریباً ۷۷ء۱ ٹریلین ڈالرز ہو گئی۔ رپورٹس کے مطابق اگر ا ٹریلین ڈالرز میں سے ایلون مسک ایک ملین ڈالرز ہر گھنٹے خرچ کریں تو یہ رقم ختم ہونے میں ۱۱۴ سال سے بھی زیادہ وقت لگے گا۔ رپورٹس کے مطابق ایلون مسک کی دولت دنیا کے بیشتر ممالک کی معیشتوں سے بھی زیادہ ہو چکی ہے جبکہ ان کی مجموعی دولت کئی معروف ارب پتی شخصیات کی مشترکہ دولت سے بھی بڑھ گئی ہے۔ بلوم برگ کی ایک رپورٹ کے مطابق ایلون مسک کی یہ دولت زیادہ تر کمپنیوں کے حصص کی مالیت پر مشتمل ہے اور اس کا انحصار مارکیٹ ویلیو پر ہے۔

شمال مغربی نائجیریا میں مسلح گروہ کے حملے میں کم از کم ۱۲۰ افراد ہلاک

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

مقام اور واقعہ: ابوجا (۱۶ جون) کی رپورٹ کے مطابق، شمال مغربی ریاست کیبی کے ایرو اعلاقے کے ایک گاؤں (فاسکن رافی) پر لاکوراوہ نامی باغی گروہ نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کم از کم ۱۲۰ افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حکومتی ردعمل: ریاست کیبی کی حکومت نے واقعے کی تصدیق کی ہے۔ ڈپٹی گورنر عمر تافیدہ کی قیادت میں ایک وفد نے متاثرہ علاقے کا دورہ کیا، صورتحال کا جائزہ لیا اور سوگوار خاندانوں سے تعزیت کی۔ حکومت کی جانب سے مزید حملوں کو روکنے کے لیے سخت حفاظتی اقدامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ماضی کے واقعات: رپورٹ کے مطابق، اسی مقامی حکومتی علاقے میں لاکوراوہ باغیوں نے پہلے بھی متعدد دیہاتوں پر مربوط حملے کیے تھے، جن میں ۳۰ سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔
لاکوراوہ گروہ کا پس منظر: نائجیریا کی حکام نے ۲۰۲۴ میں لاکوراوہ کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دیا تھا، جس کے بعد سے اس کے جنگجوؤں کے خلاف فوجی کارروائیاں تیز کر دی گئی ہیں۔ یہ گروپ مبینہ طور پر وسیع ساحل (Sahel) خطے میں سرگرم دہشت گرد نیٹ ورکس سے روابط رکھتا ہے

امریکہ-ایران معاہدے پر ٹرمپ اور پیزشکیان نے دستخط کیے

پیرس: (ایجنسیاں)۔ مشرقِ وسطیٰ (مغربی ایشیا) میں کشیدگی کم کرنے کی سمت میں اہم سفارتی پیش رفت سامنے آئی ہے۔ امریکہ اور ایران کے درمیان مجوزہ امن معاہدے کے مسودے پر ابتدائی اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ مسودے میں فوجی سرگرمیوں کو روکنے، سمندری راستوں کی سیکورٹی یقینی بنانے، اقتصادی پابندیوں میں راحت، ایران کی تعمیرِ نو میں تعاون اور جوہری پروگرام پر نگرانی جیسے کئی اہم دفعات شامل ہیں۔ امریکہ کے ایک سینئر افسر کے مطابق، صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ایرانی صدر مسعود پیزشکیان نے بدھ کی شام فرانس کے ورسائے پیلس میں منعقدہ ایک عشائیہ کے دوران امریکہ-ایران معاہدے کے مسودے پر باضابطہ طور پر دستخط کیے۔ وائٹ ہاوس اور فاکس نیوز نے اپنے ایکس ہینڈل پر سب سے پہلے اس کی تصدیق کی۔ اس کے بعد یہ خبر دنیا میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ایران کے پریس ٹی وی، گلف نیوز، الجزیرہ، سی این این، ٹائم میگزین اور سی بی ایس نیوز کی رپورٹ کے مطابق، اس معاہدے میں آبنائے ہرمز کو کھولنے، پابندیوں میں راحت، جوہری پروگرام پر بات چیت اور ۶۰ دن کے اندر حتمی معاہدے کی سمت میں اقدامات شامل ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ٹرمپ اور ایران کے صدر نے پیرس میں فرانس کے صدر امینوئل میکرون سے ملاقات کے دوران اس دستاویز پر دستخط کیے۔ یہ معاہدہ فوری طور پر نافذ بھی ہو گیا ہے۔ امریکہ نے اس دستاویز کو "ریاستہائے متحدہ امریکہ اور اسلامی جمہوریہ ایران کے درمیان اسلام

آباد مفاہمت نامہ (ایم او یو)" کے طور پر جاری کیا ہے۔ امریکی انتظامیہ کے ایک سینئر افسر نے بتایا کہ اس معاہدے کا بنیادی مقصد آبنائے ہرمز کو فوری طور پر کھولنا، ایران کے افزودہ یورینیم کے ذخائر سے جڑے مسائل کا حل تلاش کرنا اور پابندیوں میں مرحلہ وار راحت دینے کے لیے ایک فریم ورک تیار کرنا ہے۔ ایران کی وزارتِ خارجہ کے ترجمان اسماعیل بقائی نے تصدیق کی کہ معاہدے کے مسودے کو حتمی شکل دے کر دونوں فریقین نے اس پر دستخط کر دیے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس موضوع پر عمان اور دیگر ممالک کے ساتھ کافی وقت سے صلاح و مشورہ چل رہا تھا، ساتھ ہی آبنائے ہرمز کے انتظام سے متعلق زیادہ تر مسائل پر اتفاق ہو گیا تھا۔ بقائی نے کہا کہ اب سمندری راستے سے گزرنے والے جہازوں کی محفوظ آمد و رفت کو یقینی بنایا جائے گا۔ آبنائے ہرمز پر اسلامی جمہوریہ ایران کی خود مختاری اور حقوق محفوظ رہیں گے۔ مسودے کے ۱۴ نکات: ۱- ہر طرح کے تنازعات رکیں گے: امریکہ، ایران اور ان کے اتحادی ممالک نے فوری طور پر تمام فوجی مہمات کو ختم کرنے اور مستقبل میں ایک دوسرے کے خلاف جنگ یا فوجی کارروائی شروع نہیں کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ اس میں لبنان سے جڑے تنازعات بھی شامل ہیں۔ لبنان کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت کا احترام کیا جائے گا۔
۲- ایک دوسرے کی خود مختاری کا احترام: دونوں ممالک ایک دوسرے کی آزادی، علاقائی سالمیت اور اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنے کی پالیسی اپنائیں گے۔
۳- ۶۰ دنوں میں حتمی معاہدے کا ہدف۔
۴- امریکی بحری ناکہ بندی ہٹے گی: اس میں یہ شرط ہے کہ ایم او یو پر دستخط ہوتے ہی امریکہ ایران کے خلاف نافذ بحری ناکہ بندی اور دیگر رکاوٹوں کو ہٹانے کا عمل شروع کرے گا۔ ۳۰ دن کے اندر اسے پوری طرح ختم کرنے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ ۵- آبنائے ہرمز: ایران ۶۰ دن تک خلیج فارس اور بحیرہ عمان کے درمیان تجارتی جہازوں کو مفت اور محفوظ راستہ فراہم کرے گا۔ تکنیکی اور فوجی رکاوٹوں کو ہٹانے نیز سمندری بارودی سرنگوں کی صفائی کے بعد ۳۰ دن میں آمد و رفت کو معمول کی سطح پر پہنچانے کا منصوبہ ہے۔ ۶- ایران کے لیے ۳۰۰ ارب ڈالر کا اقتصادی منصوبہ۔
۷ پابندیاں ہٹانے کا روڈمیپ تیار کیا جائے گا۔
۸- ایران نے اعادہ کیا ہے کہ وہ جوہری ہتھیار حاصل نہیں کرے گا۔ دونوں ممالک افزودہ جوہری مواد کو ٹھکانے لگانے، یورینیم کی افزودگی اور دیگر جوہری ضروریات پر حتمی معاہدے کے تحت تفصیلی گفتگو کریں گے۔
۹- بات چیت کے دوران جوں کی توں صورتِ حال (اسٹیٹس کو) برقرار رہے گی۔
۱۰- تیل کی برآمدات کو فوری راحت: ایم او یو نافذ ہوتے ہی امریکی محکمہ خزانہ ایرانی خام تیل، پیٹرولیم مصنوعات اور ان سے جڑی بینکنگ، انشورنس نیز ٹرانسپورٹ خدمات کے لیے خصوصی چھوٹ جاری کرے گا۔
۱۱- امریکہ ایران کے منجمد یا ممنوعہ اثاثوں اور فنڈز کو استعمال کے لیے دستیاب کرانے پر متفق ہے۔
۱۲- نگرانی کا نظام: معاہدے پر موثر عمل آوری اور مستقبل میں اس کی تعمیل یقینی بنانے کے لیے ایک خصوصی اگزیکٹو میکانزم قائم کیا جائے گا۔
۱۳- حتمی معاہدے پر باضابطہ بات چیت شروع ہو گی۔ ۱۴- حتمی معاہدے کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی پابند کرنے والی قرارداد کے ذریعے قانونی حیثیت فراہم کی جائے گی۔

طالبان پر توہین آمیز تبصرے پر روسی نوجوان کو جرمانہ

ماسکو:(ایجنسیاں) روس میں ایک ۱۹ سالہ نوجوان کو سوشل میڈیا پر افغان طالبان کے بارے میں توہین آمیز تبصرہ کرنے پر عدالت کی جانب سے ۱۰ ہزار روبل (تقریباً ۱۰۳ پاؤنڈ) جرمانہ عائد کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ایسے وقت پیش آیا ہے جب روس افغانستان میں برسرِ اقتدار طالبان حکومت کے ساتھ اپنے سفارتی اور تجارتی تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ روسی خبر رساں اداروں کے مطابق روستوف آن ڈان کی ایک عدالت نے ۵ جون کو یگور نامی نوجوان کے خلاف فیصلہ سنایا۔ بتایا گیا ہے کہ اس نے روسی سوشل میڈیا پلیٹ فارم "وی کے" (VK) پر ایک پوسٹ کے نیچے تبصرہ کیا تھا جس میں طالبان اور روس کے درمیان تجارتی روابط کا ذکر کیا گیا تھا۔
اصل پوسٹ میں کہا گیا تھا کہ طالبان روس کو گرینیڈز، کشمش، کوکا کولا، قالین اور کپاس فراہم کریں گے۔ اس پر ردِعمل دیتے ہوئے نوجوان نے طالبان کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کیے اور سوال اٹھایا کہ وہ روس میں کیا کر رہے ہیں۔ عدالت نے قرار دیا کہ یہ تبصرہ نسلی اور قومی بنیادوں پر نفرت انگیزی کے زمرے میں آتا ہے۔ استغاثہ نے نوجوان کی دو دیگر سوشل میڈیا پوسٹس کی بھی نشاندہی کی جن میں اس نے تارکین وطن کے خلاف تشدد پر مبنی خیالات کا اظہار کیا تھا۔ رپورٹس کے مطابق ملزم نے عدالت
میں اپنے فعل کا اعتراف کیا اور اس پر ندامت کا اظہار بھی کیا، جس کے بعد اسے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ واضح رہے کہ روس نے حالیہ برسوں میں طالبان کے ساتھ تعلقات میں نمایاں بہتری پیدا کی ہے۔ روسی سپریم کورٹ نے گزشتہ سال طالبان کو دہشت گرد تنظیموں کی فہرست سے خارج کر دیا تھا۔ اس سے قبل ۲۰۰۳ میں طالبان کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا گیا تھا اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے روابط قانونی طور پر ممنوع تھے۔
اس فیصلے کے بعد روسی حکام نے افغانستان میں استحکام اور علاقائی تعاون کے لیے طالبان کے ساتھ روابط بڑھانے پر زور دیا ہے۔ اسی سلسلے میں طالبان کے نمائندوں کو روس میں مختلف بین الاقوامی فورمز اور کانفرنسوں میں مدعو کیا جا رہا ہے۔
مئی میں افغان وزیر دفاع ملا محمد یعقوب نے ماسکو کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے بین الاقوامی سلامتی فورم میں شرکت کی اور روس کے ساتھ سوویت دور کے افغان فوجی ساز و سامان کی مرمت اور بحالی سے متعلق ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ روسی سفیر دیمتری زرنوف کے مطابق دونوں ممالک کے درمیان تجارتی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور افغانستان روس کو سافٹ ڈرنکس، مصالحہ جات، خشک میوہ جات اور دیگر مصنوعات برآمد کر رہا ہے۔
مبصرین کے مطابق یہ واقعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ روس میں طالبان کے بارے میں سرکاری پالیسی میں آنے والی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر اظہارِ رائے سے متعلق حساسیت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

امریکہ ایران معاہدے کے بعد اسرائیلی وزیر کی شام کے خلاف جلد یا بدیر جنگ کی دھمکی

اسرائیلی وزیر برائے امورِ ہجرت عمیخائی چِکلی نے جمعرات کو دھمکی دی کہ اسرائیل جلد یا بدیر شام کے خلاف جنگ چھیڑے گا، اور دعویٰ کیا کہ شام، ترکی اور ایران کے مقابلے میں اسرائیل کے لیے زیادہ بڑا چیلنج ہیں۔ چِکلی نے اسرائیلی ریڈیو اسٹیشن ۱۰۳/ ایف ایم (جو اخبار معاریف سے منسلک ہے) کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہا، "ہم جلد یا بدیر شام کے خلاف جنگ کریں گے، کیونکہ یہ ترکی اور ایران سے کہیں زیادہ تشویشناک ہیں۔" وزیرِ اعظم نیتن یاہو کی حکمران جماعت لیکوڈ کے رکن چِکلی کے یہ تبصرے اس وقت سامنے آئے جب ایران اور امریکہ نے لبنان سمیت تمام محاذوں پر جنگ ختم کرنے کے لیے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے

بریکنگ نیوز

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ایرانی صدر مسعود پزشکیان نے دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کے خاتمے کے لیے ایک ۱۴ نکاتی مفاہمتی یادداشت پر دستخط کر دیے ہیں، جس کے بعد وائٹ ہاؤس نے اس معاہدے کا متن کانگریس میں پیش کر دیا ہے

بریکنگ نیوز

امریکہ-ایران معاہدہ: امریکی صدر نے واضح کیا ہے کہ نیتن یاہو کے ساتھ بھی ان کا موقف سخت ہے اور تمام محاذوں (بشمول لبنان) پر جنگ بندی اس معاہدے کا حصہ ہے، جبکہ ایرانی صدر نے خطے میں امن کے لیے قطر کے کردار کو سراہا ہے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

تعلیم اور صحت پر ٹیکس لگانا آئین کے خلاف ہے: امریش سنگھ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

پارلیمنٹ کے رکن ڈاکٹر امریش کمار سنگھ کا یہ بیان بالکل درست ہے کہ آئین کے تحت تعلیم اور صحت پر ٹیکس لگانا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے جون ۲۰۲۶ میں نیپال کے آئندہ مالی سال کے بجٹ مباحثے کے دوران حکومت کی جانب سے نجی اسکولوں اور ہسپتالوں پر ٹیکس عائد کرنے کے فیصلے پر کڑی تنقید کی۔ امریش سنگھ نے حکومت کی حالیہ بجٹ تجویز پر سخت اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ "تعلیم اور صحت پر ٹیکس لگانا آئین کے خلاف ہے"۔ انہوں نے خبر دار کیا کہ اگر حکومت نے فیصلہ واپس نہ لیا تو وہ معاملہ آئینی عدالت میں لے جائیں گے۔ ایک پریس کانفرنس میں امریش سنگھ نے کہا کہ آئینِ نیپال کی دفعہ ۳۱ اور ۳۵ کے تحت تعلیم اور صحت ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ "ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان شعبوں تک مفت اور آسان رسائی یقینی بنائے۔ ٹیکس لگا کر حکومت غریبوں کو اسپتال اور اسکول سے دور کر رہی ہے"۔ انہوں نے بجٹ کو "عوام دشمن" قرار دیا۔ انہوں نے حکومت کے نئے بجٹ کو "پھولا ہوا غبارہ" قرار دیا اور کہا کہ یہ عام شہریوں، کسانوں، اور سماجی شعبوں کے تحفظات کو دور کرنے میں ناکام رہا ہے۔ انہوں نے پارلیمنٹ میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں خوف کا ایسا ماحول بنا دیا گیا ہے جس سے معاشی سرگرمیاں اور کاروبار بری طرح متاثر ہو رہے ہیں، اور "خوف سے حکومت تو چلائی جا سکتی ہے لیکن ترقی نہیں لائی جا سکتی

وزیر خارجہ کی چینی کمیونسٹ پارٹی کے وزیر لیو جیان چاؤ سے ملاقات

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو وزیر خارجہ کھنال نے بیجنگ میں چینی کمیونسٹ پارٹی کے سینئر رہنما لیو سے ملاقات کی۔ ملاقات میں دونوں ممالک کے درمیان دوستی، تجارتی تعاون اور ہمالیائی خطے کے استحکام پر بات ہوئی۔ وزیر خارجہ کھنال چین کے ۳ روزہ سرکاری دورے پر ہیں۔ یہ ملاقات CCP کے مرکزی دفتر میں ہوئی۔ سفارتی ذرائع کے مطابق نیپال، چین کے "بیلٹ اینڈ روڈ" منصوبے کا اہم شراکت دار ہے۔ اس لیے اعلیٰ سطح کے رابطے بہت اہم ہیں۔ گزشتہ سال نیپالی وزیر اعظم کے چین دورے کے بعد یہ پہلی بڑی ملاقات ہے۔ کھنال نے کہا کہ نیپال چین کے ساتھ "ہمسایہ اول" کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ انہوں نے سرحدی سلامتی، عوامی رابطوں اور ثقافتی تبادلے کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ CCP رہنما لیو نے کہا کہ چین نیپال کی خود مختاری، آزادی اور علاقائی سالمیت کا ہمیشہ احترام کرے گا۔ گفتگو کا بڑا حصہ ٹرانس ہمالیائی رابطوں پر تھا۔ دونوں فریقین نے ریلوے لنک، سرحدی بندرگاہوں کی اپگریڈیشن اور کراس بارڈر بجلی کے منصوبوں پر اتفاق کیا۔ لیو نے کہا کہ چینی کمپنیاں نیپال میں پن بجلی، سیاحت اور زراعت میں سرمایہ کاری بڑھائیں گی۔ کھنال نے نیپالی زرعی مصنوعات کے لیے چینی منڈی تک آسان رسائی مانگی۔ دونوں فریقین نے سال کے آخر تک کاٹھمانڈو میں "نیپال-چین جوائنٹ کمیشن" کا اجلاس بلانے پر اتفاق کیا۔ کھنال نے لیو کو نیپال کے دورے کی دعوت دی۔

ایوان نمائندگان میں اپوزیشن جماعتوں کا احتجاج ایوان میں نعرے بازی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپالی پارلیمنٹ کے ایوان نمائندگان میں بدھ کو اپوزیشن جماعتوں نے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ اپوزیشن کے قانون سازوں نے ایوان کے اندر نعرے لگائے جب آئندہ مالی سال کے لیے مختص بل بجٹ پر بحث دوبارہ شروع ہوئی۔ حزب اختلاف کی لیبر کلچر پارٹی کے اراکین حالیہ پارلیمانی اجلاسوں میں متواتر احتجاج کرتے رہے ہیں۔ ان کا بنیادی مطالبہ حکومتی احتساب اور ذمہ داری کو یقینی بنانا ہے۔ تاہم احتجاج کے باوجود ایوان کی کارروائی مقررہ وقت کے مطابق آگے بڑھی۔ بجٹ پر بحث کے دوران ارکان پارلیمنٹ کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے مختلف وزارتوں کے وزراء ایوان میں موجود تھے۔ ایوان کے ایجنڈے کے مطابق وزارت امور نوجوانان محنت و روزگار، صنعت، تجارت و رسد، زراعت، جنگلات و ماحولیات، اطلاعات و مواصلات اور ثقافت، سیاحت اور شہری ہوا بازی کے وزراء کو بجٹ پر بحث کے دوران اٹھائے گئے مسائل پر وضاحتیں پیش کرنا تھیں۔ اسی طرح وزارت صحت اور فوڈ سیکورٹی، لینڈ مینجمنٹ، کوآپریٹو اور وفاقی امور اور جنرل ایڈمنسٹریشن، اور وزارت خواتین اور بچوں، صنفی اور جنسی اقلیتوں اور سماجی تحفظ کے وزراء کو بھی مختلف بجٹ کے عنوانات کے تحت اراکین پارلیمنٹ کے سوالات کا جواب دینا تھا۔ ایوان نمائندگان اس وقت آئندہ مالی سال کے لیے مختص بل پر تفصیلی بحث کر رہا ہے۔ اس بحث کے دوران وزراء سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہلے اٹھائے گئے خدشات تجاویز اور سوالات کا جواب دیں گے اور بجٹ سے متعلق مختلف امور پر حکومت کی پوزیشن واضح کریں گے

پارلیمنٹ میں اپوزیشن ارکان کی شکایات، راسواپا نے تنظیمی ڈھانچے میں بڑی تبدیلیوں کا اعلان۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: نیپال کی ایوان نمائندگان کے اجلاس میں اپوزیشن جماعتوں کے ارکان نے حکومت پر الزام لگایا ہے کہ پارلیمنٹ میں بار بار اٹھائے جانے والے اہم قومی مسائل پر کوئی سنجیدہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ اپوزیشن کے احتجاج کے بعد اسپیکر ڈول پرساد آریال نے ارکان کو اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا۔ رکن پارلیمنٹ نریندر کمار کیرونگ نے کہا کہ وزیر اعظم کی جانب سے قومی خود مختاری، ناجائز اثاثوں کی تحقیقات اور انسانی حقوق سے متعلق رپورٹوں پر عمل درآمد جیسے معاملات پر توجہ دلانے کے باوجود حکومت نے کوئی مؤثر جواب نہیں دیا۔ اسی دوران رکن لکشمی پرساد پوکھریل نے مطالبہ کیا کہ نیپال کی مبینہ طور پر تجاوز شدہ زمین واپس لانے کے لیے سفارتی کوششوں کو تیز کیا جائے اور وزیر اعظم کی گزشتہ ۱۷ جیٹھ کو دی گئی متنازعہ تقریر واپس لی جائے۔ رکن رمیش کمار ملا نے افسوس ظاہر کیا کہ اپوزیشن کے سوالات کو مناسب اہمیت نہیں دی جاتی۔ انہوں نے وزیر اعظم کے بیان کو پارلیمانی ریکارڈ سے حذف کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے خبر دار کیا کہ جمہوریت اور آئینی نظام کو کمزور ہونے سے بچانے کے لیے سنجیدہ اقدامات ضروری ہیں۔ رکن این مہر نے کہا کہ پارلیمنٹ کے وقار کا تحفظ حکومت اور تمام ارکان کی مشترکہ ذمہ داری ہے، جبکہ ہرک راج رائی نے بھوٹانی پناہ گزینوں کے مسائل کے فوری حل کا مطالبہ کیا۔ دوسری جانب رکن طاہر علی بھاٹ نے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں کمی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلسل بڑھتی ہوئی ایندھن کی قیمتوں نے عوام پر اضافی مالی بوجھ ڈال دیا ہے۔ ادھر راشٹریہ سواتنترا پارٹی (راسوپا) کے سیکریٹریٹ اجلاس نے پارٹی کے تنظیمی ڈھانچے میں اہم تبدیلیوں کی منظوری دی ہے۔ پارٹی سربراہ روی لامیچھانے کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں مرکزی کمیٹی کے ارکان کی تعداد بڑھا کر ۱۵۸ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پارٹی نے آئین میں سینئر لیڈر کے عہدے کو بھی شامل کرنے کا اصولی فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کی نمائندگی کو یقینی بنانے کے لیے مختلف عہدوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ نئے ڈھانچے کے مطابق ایک چیئرمین، ایک سینئر لیڈر، تین نائب چیئرمین، دو جنرل سیکریٹری، پانچ نائب جنرل سیکریٹری، ایک ترجمان، تین معاون ترجمان، ایک خزانچی اور دو معاون خزانچی شامل ہوں گے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پارٹی کا سیکریٹریٹ اب ۳۳ رکنی ہوگا، جبکہ چیئرمین کی جانب سے نامزد کیے جانے والے مرکزی ارکان کی تعداد بڑھا کر ۵۱ کر دی جائے گی۔ پارٹی رہنماؤں کے مطابق یہ تبدیلیاں مختلف سیاسی جماعتوں سے شامل ہونے والے افراد، آزاد شخصیات اور انتخابی مفاہمتوں کو مناسب نمائندگی دینے کے مقصد سے کی جا رہی ہیں۔ سیاسی مبصرین کے مطابق پارلیمنٹ میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی اور دوسری جانب راسواپا کی تنظیمی توسیع، نیپالی سیاست میں آنے والے دنوں میں اہم اثرات مرتب کر سکتی ہے

ہندوستان اور نیپال نے یو پی آئی پر مبنی رقم کی فوری منتقلی کا سسٹم لانچ کیا

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو ہندوستان اور نیپال نے ادائیگیوں اور رقم کی منتقلی کو آسان بنانے کے مقصد سے سرحد پار ترسیلات زر کا ایک پیئر ٹو پیئر پی ٹو پی نظام شروع کیا ہے۔ یہ سروس ڈیجیٹل مالیاتی رابطے اور دونوں پڑوسی ممالک کے درمیان باہمی تعاون کو مضبوط بنانے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ جمعرات کو جاری کردہ ایک بیان میں وزارت خزانہ نے اعلان کیا کہ ہندوستان اور نیپال نے مسافروں اور کاروباروں کے لیے ادائیگیوں اور رقم کی منتقلی کی سہولت کے لیے ۶ جون ۲۰۲۴ کو باضابطہ طور پر پی ٹو پی سرحد پار ترسیلات زر کی سہولت کا آغاز کیا۔ وزارت کے مطابق یہ تکنیکی انضمام این پی سی آئی انٹرنیشنل پیمنٹس لمیٹڈ این آئی پی ایل - نیشنل پیمنٹ کارپوریشن آف انڈیا کی بین الاقوامی بازو- اور نیپال کلیئرنگ ہاؤس لمیٹڈ این سی ایچ ایل کے درمیان تعاون کے ذریعے عمل میں لایا گیا تھا۔ یہ ڈیجیٹل ادائیگی کوریڈور دونوں ممالک کے لین دین کے نظام میں ایک اہم تبدیلی لائے گا۔ اگر خصوصیات کی بات کی جائے تو یہ ڈیجیٹل ادائیگی کوریڈور دونوں ممالک کے درمیان لین دین کے نظام کو تبدیل کرے گا اور مسافروں کے لیے زیادہ سہولت کرنسی کے تبادلے کی پیچیدگیوں، بڑی مقدار میں نقدی لے جانے کی ضرورت اور غیر مانوس غیر ملکی کرنسی چارجز کو ختم کرے گا۔ اس سے نیپال میں کاروبار کو بڑی تعداد میں ٹیک سیوی ہندوستانی سیاحوں اور صارفین تک براہ راست رسائی حاصل ہوگی، اس طرح لین دین کا حجم بڑھے گا۔ اسکے علاوہ مقامی تاجروں کو آسان نقدی کے انتظام، نقدی کو ہینڈل کرنے سے وابستہ کم لاگت اور محفوظ حقیقی وقت میں ادائیگی کے تصفیے سے فائدہ ہوگا۔ وزارت نے کہا کہ حال ہی میں کام کرنے والا یہ نظام ہندوستان کے یونیفائیڈ پیمنٹس انٹرفیس یو پی آئی) اور نیپال کے نیشنل پیمنٹس انٹرفیس این پی آئی) کے درمیان براہ راست تعلق قائم کرتا ہے۔ یہ دونوں ممالک کے شہریوں کو موبائل بینکنگ ایپلی کیشنز اور ڈیجیٹل والیٹس کا استعمال کرتے ہوئے فوری اور براہ راست رقوم کی منتقلی کے قابل بناتا ہے

گلگلیہ بازار میں خوفناک آتشزدگی، نیپالی عوام اور فائر بریگیڈ کی بروقت مدد سے ٹلا بڑا نقصان۔

نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

گلگلیہ (بھارت) / بھدرپور (جھاپا، نیپال): مشرقی نیپال سے متصل بھارتی سرحدی قصبہ گلگلیہ بازار میں گزشتہ رات تقریباً ساڑھے نو بجے اچانک خوفناک آگ بھڑک اٹھی، جس کے باعث علاقے میں بھگدڑ مچ گئی۔ آگ نے دیکھتے ہی دیکھتے مچھلی، کپڑا، ادویات اور اشیائے خورد و نوش سمیت درجنوں دکانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عینی شاہدین کے مطابق آگ اس قدر تیزی سے پھیلی کہ بیشتر دکاندار اپنی دکانوں سے سامان بھی نہ نکال سکے۔ مقامی افراد فوری طور پر آگ بجھانے اور لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران مقامی عوامی نمائندے منّا سنگھ نے بھدرپور میونسپلٹی کے میئر گنیش پوکھریل کو حادثہ کی اطلاع دی۔ اطلاع ملتے ہی میئر نے بغیر کسی تاخیر کے بھدرپور سے فائر بریگیڈ کی گاڑی جائے وقوعہ روانہ کر دی۔ نیپالی فائر بریگیڈ ٹیم کے ڈرائیور کمل نیپال، حوالدار اُدے شیرپا، ستیہ راجونشی، وکاس سیٹولا اور وکرم مشرہ نے موقع پر پہنچ کر آگ بجھانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ادھر گلگلیہ تھانے کی فائر بریگیڈ ٹیم امتحانی ڈیوٹی کے سلسلے میں کشن گنج گئی ہوئی تھی، جس کے باعث پوٹھیا سے روانہ کی گئی بھارتی فائر بریگیڈ تقریباً ایک گھنٹے بعد موقع پر پہنچی۔ بھارتی فائر بریگیڈ کے پہنچنے سے پہلے ہی نیپالی فائر فائٹرز، مقامی لوگوں اور سیکورٹی اہلکاروں نے آگ پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا۔ آگ بجھانے میں ہزاروں مقامی افراد کے ساتھ نیپالی شہریوں اور مغربی بنگال کے سرحدی علاقوں کے باشندوں نے بھی بھرپور تعاون کیا۔ کسی نے بالٹیوں کے ذریعے پانی پہنچایا تو کسی نے پائپ اور دیگر وسائل فراہم کر کے امدادی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ طویل جدوجہد اور اجتماعی کوششوں کے بعد آگ کو مکمل طور پر قابو میں کر لیا گیا۔ اس حادثے میں مچھلی کے تاجر نور عالم کی دکان اور ڈاکٹر سمادر کی میڈیکل شاپ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا، جبکہ کپڑوں، راشن، سبزیوں اور دیگر کئی دکانوں کو بھی بھاری خسارہ ہوا۔ ابتدائی اندازے کے مطابق لاکھوں روپے مالیت کا نقصان ہوا ہے۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ اگر بھدرپور سے فائر بریگیڈ بروقت نہ پہنچتی اور ایس ایس بی، پولیس اور عوام متحد ہو کر کوشش نہ کرتے تو پورا گلگلیا بازار خاکستر ہو سکتا تھا۔ اس واقعہ اور حادثہ نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ مصیبت اور آفت کے وقت سرحدیں انسانیت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ نیپال اور بھارت کے شہریوں نے مل کر جس جذبۂ اخوت اور انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا، وہ دونوں ممالک کے درمیان دوستی اور بھائی چارے کی ایک روشن مثال بن گیا ہے۔ واضح رہے کہ بھات گاؤں گرام پنچایت کے تحت آنے والے گلگلیہ بازار میں خریداری کے لیے بڑی تعداد میں نیپالی شہری آتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ بازار دونوں ممالک کے عوام کے درمیان اقتصادی اور سماجی روابط کا ایک اہم مرکز سمجھا جاتا ہے

کاورے بس حادثہ: ۱۸ افراد ہلاک، ۱۶ سے زائد زخمی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
دھولی خیل

نیپال کے ضلع کاورے (کاورے پلانچوک) میں ایک مسافر بس گہری کھائی میں گرنے سے ۱۸ افراد ہلاک اور ۱۶ زخمی ہو گئے ہیں۔ یہ افسوسناک حادثہ بی پی ہائی وے پر نموبدھا بلدیہ کے علاقے بوچاکوٹ (سیلفی ڈانڈا) کے قریب پیش آیا۔ بس بانیپا سے روشی دیہی بلدیہ کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک سڑک سے پھسل کر تقریباً ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر گہری کھائی میں جا گری۔ پولیس حکام کے مطابق حادثے میں ۱۸ افراد موقع پر ہی دم توڑ گئے جبکہ ۱۶ مسافر زخمی ہوئے ہیں۔ نیپال پولیس، مسلح پولیس فورس اور مقامی رہائشیوں نے فوری طور پر امدادی کارروائیاں شروع کیں۔ زخمیوں کو علاج کے لیے فوری طور پر دھولیکھیل ہسپتال منتقل کیا گیا۔ وزیر اعظم کے دفتر نے اس واقعے پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ حکومت نے حادثے کی وجوہات جاننے کے لیے ۶ رکنی تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دے دی ہے جسے ۷ روز میں رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عمر خان نیپال کا فخر اور سوپر اسٹار ہے

عمر خان ایک صاف ستھرا کردار اور پرسکون دل والا شخص ہے۔ میں نے اسے بچپن سے تربیت دے کر پالا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ، ہر سرگرمی میری آنکھوں کے سامنے گزری ہے۔ وہ ایک ایسا لڑکا ہے جس نے کبھی ملک کے خلاف کوئی غلط لفظ نہیں کہا، کوئی غلط کام نہیں کیا۔ اگر کسی کے پاس ثبوت ہے تو وہ کھلے عام سائبر بیورو میں جا کر مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ قانون سب کے لیے برابر ہے۔ لیکن بغیر ثبوت کے سوشل میڈیا پر غلط فہمی پھیلانا، بدتمیزی کرنا، کردار کشی کرنا سائبر قانون کے مطابق جرم ہے۔ عمر خان ایک جذباتی لڑکا ہے۔ دوسروں کا دکھ برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ سادہ ہے، مخلص ہے۔ وہ اب فلمی دنیا میں نیپال کے لیے کچھ کرنے کے لیے دن رات محنت کر رہا ہے۔ وہ بین الاقوامی سطح کا تائیکوانڈو کھلاڑی، ایک سماجی کارکن، ٹک ٹاک سے مثبت پیغام دینے والا تخلیق کار اور ایک ابھرتا ہوا فنکار ہے۔ اس میں دنیا کے کسی بھی ملک میں جانے کی صلاحیت ہے، لیکن وہ نیپال میں رہ کر "کچھ کروں گا" کہہ کر مٹی کا قرض چکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دوستو، کل آپ کو بھی ایسی ہی مشکل پیش آ سکتی ہے۔ آج عمر خان پر الزام ہے، کل ان کی جگہ آپ ہوں گے۔ سوشل میڈیا پر بیٹھ کر غلط فہمی پھیلانا، گالیاں دینا، ذہنی اذیت دینا- یہ کھیل نہیں ہے۔ یہ سائبر جرم ہے۔ سائبر بیورو اب اتنا فعال ہے کہ آئی پی کا سراغ لگانے میں ۲ منٹ بھی نہیں لگتے۔ یہ ایک خبر داری ہے، تنبیہ ہے، دھمکی نہیں ہے۔ قانون کا احترام کریں۔ کسی کی عزت سے کھیلنے سے بہتر ہے کہ اپنی عزت بچائیں۔ عمر جیسے لڑکے کو اگر ہو سکے تو مدد کرنی چاہیے، نہ ہو سکے تو خاموش رہنا چاہیے۔ گالیاں دے کر، جھوٹے الزام لگا کر کوئی بڑا نہیں بنتا، بلکہ قانون کے کٹہرے میں کھڑا ہوتا ہے۔ عمر خان نیپال کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اسے لڑنے

دیں، ہنسنے دیں، نیپال کا نام اونچا کرنے دیں. اگر آپ میں داغ ڈھونڈنے کی عادت ہے تو آئینہ دیکھیں، چاند کو چھوڑ دیں۔
وہ اکیلا نہیں ہے، ہم سب سچائی کے ساتھ ایک ساتھ ہیں

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

پیغامِ شہدائے کربلا و سالانہ عرسِ علیمی

اسلامی تاریخ میں بعض ایام ایسے ہیں جو محض واقعات کی یاد نہیں بلکہ پوری امت کے لیے درسِ حیات اور سرچشمۂ ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یومِ عاشورہ انہی مبارک اور عظیم دنوں میں سے ایک ہے، جس نے حق وباطل کی کشمکش میں صبر، استقامت، ایثار، قربانی اور رضائے الٰہی کی ایسی لازوال داستان رقم کی جس کی مثال تاریخِ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جانثار رفقاء نے جس عظیم قربانی کا مظاہرہ فرمایا، وہ رہتی دنیا تک حق کے متوالوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے امت کو یہ پیغام دیا کہ باطل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے بجائے حق کی خاطر ہر قربانی پیش کرنا ہی اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔

اسی پیغامِ حسینی کی تجدید اور مبلغ اسلام، عاشقِ رسول، عظیم داعیِ اسلام حضرت علامہ الشاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی بے مثال دینی، علمی اور تبلیغی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ہر سال یومِ عاشورہ کے موقع پر مصطفیٰ بازار، ممبئی میں "عرسِ علیمی" کا روح پرور اور تاریخی اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔ نصف صدی سے زائد عرصے سے جاری یہ مبارک سلسلہ اہلِ سنت کی علمی، فکری اور روحانی زندگی کا ایک اہم عنوان بن چکا ہے۔

مصطفیٰ بازار ممبئی میں منعقد ہونے والا عرسِ علیمی دراصل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت اور حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی دعوتی جدوجہد کا حسین امتزاج ہے، جہاں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبتِ اہلِ بیت، عقیدتِ اولیاء، احترامِ صحابہ اور اتحادِ اہلِ سنت کا پیغام عام کیا جاتا ہے۔

اس بابرکت اجتماع کی بنیاد بانیٔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، جناب سیٹھ شمس الحق علیمی رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ ان کے ساتھ سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی، معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی رحمہ اللہ اور مصطفیٰ بازار ممبئی کے مخلص اہلِ سنت حضرات کی دینی حمیت، اخلاص اور مسلسل تعاون شامل رہا۔ انہی اکابر کی کاوشوں کا فیضان ہے کہ آج یہ اجتماع ایک مضبوط دینی، علمی اور فکری روایت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! امسال منعقد ہونے والا عرسِ علیمی کئی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہو گا اور اہلِ سنت کی علمی و فکری تاریخ میں ایک یادگار باب کا اضافہ کرے گا۔

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی مختلف ریاستوں، جامعات، مدارس اور خانقاہوں سے وابستہ جید علماء، مشائخِ عظام، سجادگان اور اہلِ سنت کے قائدین اس اجتماع میں شرکت فرمائیں گے۔

حسبِ سابق معین العلماء والمشائخ حضرت علامہ الشاہ سید معین الدین اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی، عزیزِ ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ مدظلہ العالی (سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)، سراجُ الفقہاء محققِ مسائلِ جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)، امیرِ سنی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد شاکر علی نوری صاحب قبلہ مدظلہ العالی، خطیبِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم رضا قادری کان پوری صاحب قبلہ اور دیگر مشاہیر اہلِ سنت کی شرکت متوقع ہے، جو اپنے بصیرت افروز خطابات سے حاضرین کو علمی، فکری اور روحانی رہنمائی فراہم کریں گے۔

اسی موقع پر حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین علیمی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی (استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی) کو ان کی گراں قدر علمی، قلمی، فکری اور تدریسی خدمات کے اعتراف میں "مبلغِ اسلام ایوارڈ" سے نوازا جائے گا۔ یہ اعزاز دینِ متین کی خدمت، علمی تحقیق، فکری رہنمائی اور تدریسی میدان میں آپ کی نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

ہم تمام علماء (خصوصاً علیمی برادران)، طلبہ، علم دوست حضرات، اہلِ سنت کے وابستگان اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ اس بابرکت اجتماع میں بھرپور شرکت فرما کر شہدائے کربلا کے پیغامِ صبر و استقامت، حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی عالمگیر دعوتی خدمات اور اکابرِ اہلِ سنت کی فکری میراث سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کریں۔

محفل میں بھرپور شرکت فرما کر شہدائے کربلا کے پیغامِ صبر و استقامت اور حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی خدماتِ دین کو عام کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

مورخہ: ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ (یومِ عاشورا)

وقت: بعد نمازِ جمعہ تا نمازِ عصر

مقام: علیمی دربار ہوٹل، مصطفیٰ بازار، ممبئی

رابطہ نمبر: ۸۸۷۹۳۴۱۱۳۹

الداعون:
- مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مولانا مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی
- مولانا محمد عرفان علیمی
- ابنائے مولانا معین الحق علیمی
- مولانا ضیاء الحق علیمی
- محترم سید علی مصطفی بازار
- نوجوانانِ اہلِ سنت، مصطفیٰ بازار، ممبئی

نوجوانانِ دھرم سنگھوا کا عظیم کارنامہ دس روزہ یادِ شہدائے کربلا

الحمد للہ ثم الحمد للہ! محرم الحرام کا مقدس مہینہ ہمیں ہر سال قربانی، صبر، استقامت اور حق پر ڈٹے رہنے کا درس دیتا ہے اسی سلسلے میں نگر پنچایت دھرم سنگھوا، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) کے نوجوانوں نے ایک قابلِ ستائش اور مبارک اقدام کرتے ہوئے یکم محرم الحرام سے ۱۰ محرم الحرام تک دس روزہ یادِ شہدائے کربلا کا شاندار انعقاد کیا۔ یہ دینی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے ایک عظیم خدمت ہے جس پر تمام نوجوان مبارکباد کے مستحق ہیں واقعۂ کربلا اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے جانثار ساتھیوں نے دینِ اسلام کی سربلندی، حق و صداقت کی حفاظت اور باطل کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ کربلا ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ حالات کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں، مسلمان کو حق کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ دھرم سنگھوا کے نوجوانوں نے نہایت محنت، لگن اور اخلاص کے ساتھ مجالس، محافل اور ذکرِ شہدائے کربلا کا اہتمام کیا۔ ان پروگراموں کے ذریعے عوام الناس کو امام حسینؓ کی سیرت، اہلِ بیتِ اطہارؓ کی عظمت اور کربلا کے پیغام سے روشناس کرایا گیا۔ یہ محنت اس بات کا ثبوت ہے کہ آج کی نوجوان نسل اپنے دین، اپنی تاریخ اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں سے محبت رکھتی ہے۔

ایسے پروگرام معاشرے میں دینی شعور پیدا کرتے ہیں، نوجوانوں کی صحیح تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی محبت کو مزید مضبوط کرتے ہیں۔ جب نوجوان اپنی توانائیاں دینی کاموں میں صرف کرتے ہیں تو معاشرہ خیر و بھلائی کی طرف گامزن ہوتا ہے اور نئی نسل کو بہترین نمونۂ عمل ملتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صرف محافل منعقد کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ امام حسینؓ کے کردار، صبر، تقویٰ، دیانت اور حق پسندی کو اپنی عملی زندگی میں بھی اپنائیں۔ حقیقی حسینی وہی ہے جو ظلم کے خلاف آواز بلند کرے، حق کا ساتھ دے، نماز کی پابندی کرے اور اپنے اخلاق و کردار کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائے میں نگر پنچایت دھرم سنگھوا کے تمام نوجوانوں، منتظمین، معاونین اور شرکائے محفل کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، انہیں مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور اس بستی کو امن، محبت اور برکتوں کا گہوارہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ شہدائے کربلا کے صدقے ہم سب کو حق پر قائم رہنے، دین کی خدمت کرنے اور سیرتِ امام حسینؓ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمیـــــن

چراغ سے چراغ تک

(قسط دوم)

Selection from Collection

جمع آوری سے انتخاب تک — انسان، علم اور تہذیب کا ازلی سفر

بختیار برکاتی، دارالحکومت دہلی ہند

انسانی تاریخ کو اگر ایک زاویے سے دیکھا جائے تو پوری داستانِ انسانیت دو الفاظ میں سمٹتی دکھائی دیتی ہے: Collection and Selection — پہلے جمع کرنا، پھر انتخاب کرنا۔ یہی علم کا سفر ہے، یہی تحقیق کا سفر ہے، یہی تہذیب کا سفر ہے، اور شاید یہی زندگی کا سفر بھی۔

کائنات اپنے اندر امکانات کا ایک عظیم ذخیرہ سموئے ہوئے ہے۔ زمین میں معدنیات، سمندروں میں مخلوقات، فضاؤں میں راز، تاریخ میں واقعات اور انسانی معاشروں میں بے شمار تجربات بکھرے ہوئے ہیں۔ آج ڈیجیٹل دور نے معلومات کا ایسا سمندر پیدا کر دیا ہے جس کی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا صرف جمع کر لینا ہی کمال ہے؟

اگر محض جمع آوری ہی علم ہوتی تو دنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ سب سے بڑا دانشور ہوتا اور کمپیوٹر سب سے بڑا حکیم۔ حقیقت یہ ہے کہ علم کا کمال جمع کرنے میں نہیں بلکہ صحیح انتخاب کرنے میں پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مکمل بنی بنائی دنیا نہیں دی بلکہ امکانات سے بھرپور ایک کائنات عطا کی۔ بیج موجود ہے مگر باغ انسان نے بنانا ہے، مٹی موجود ہے مگر برتن انسان نے تراشنا ہے، الفاظ موجود ہیں مگر ادب انسان نے تخلیق کرنا ہے۔ یہی انتخاب کی قوت انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز بناتی ہے۔ جانور بھی دیکھتے اور سنتے ہیں، لیکن انسان مشاہدات سے معنی اخذ کرتا اور تجربات سے حکمت کشید کرتا ہے۔

اگر تمام علوم کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر علم کی بنیاد دراصل Collection اور Selection پر قائم ہے۔ طبیب مشاہدات جمع کر کے علاج کے اصول اخذ کرتا ہے، فقیہ دلائل جمع کر کے حکم مرتب کرتا ہے، مورخ واقعات کو یکجا کر کے تاریخ کا دھارا متعین کرتا ہے، اور سائنس دان تجربات کے انبار سے قوانین دریافت کرتا ہے۔ گویا ہر فن اور ہر مہارت کی بنیاد انتخاب پر کھڑی ہے۔ آج کا دور معلومات کی کمی کا نہیں بلکہ معلومات کی فراوانی کا دور ہے۔ پہلے انسان معلومات تلاش کرتا تھا، اب معلومات انسان کا تعاقب کرتی ہیں۔ ہر لمحہ نئی خبر، نئی رائے، نیا تجزیہ اور نئی بحث سامنے آ جاتی ہے۔ ایسے ماحول میں اصل مسئلہ معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ ان میں سے مفید، معتبر اور ضروری معلومات کا انتخاب کرنا ہے۔ یہیں سے علم اور حکمت کا فرق واضح ہوتا ہے۔ علم ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا میں کیا کچھ موجود ہے، جبکہ حکمت یہ سکھاتی ہے کہ ان میں سے ہمارے لیے کیا مفید ہے۔ علم امکانات دکھاتا ہے، حکمت ترجیحات متعین کرتی ہے۔ علم راستوں کی فہرست دیتا ہے، حکمت صحیح راستہ منتخب کرواتی ہے۔ انسانی تاریخ کا سب سے عظیم انتخاب انبیاء علیہم السلام نے سکھایا۔ انہوں نے حق و باطل، خیر و شر، اور نفع و نقصان کے درمیان فرق واضح کیا۔ وہ نہ ہر چیز کو رد کرنے آئے تھے اور نہ ہر چیز کو بلا تحقیق قبول کرنے۔ وہ معیار، میزان اور اصول لے کر آئے تھے تاکہ انسان خود بھی درست انتخاب کرنا سیکھ سکے۔ تہذیبیں عموماً دو انتہاؤں کا شکار ہو کر زوال پذیر ہوتی ہیں: ایک یہ کہ ہر نئی چیز کو رد کر دیا جائے، اور دوسری یہ کہ ہر نئی چیز کو بلا سوچے سمجھے قبول کر لیا جائے۔ حکمت ان دونوں کے درمیان اعتدال کا نام ہے۔ ہر بات کو دلیل، تجربہ، عقل اور فطرت کے ترازو میں تولنا ہی دانش مندی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زندگی خود انتخابوں کا نام ہے۔ انسان اپنے الفاظ، دوستوں، کتابوں، اساتذہ، خیالات اور طرزِ زندگی کا انتخاب کرتا ہے، اور یہی انتخاب آہستہ آہستہ اس کی شخصیت، کردار اور تقدیر کی تشکیل کرتے ہیں۔ انسان بالآخر وہی بنتا ہے جسے وہ بار بار منتخب کرتا ہے۔ اگر "چراغ سے چراغ تک" روشنی کے تسلسل کی داستان ہے تو "Selection from Collection" اس روشنی کی سمت متعین کرنے کا نام ہے۔ چراغ روشنی دیتا ہے، لیکن آئینہ اسی روشنی کو درست سمت میں منعکس کرتا ہے۔ اسی طرح علم روشنی ہے اور حکمت اس روشنی کا صحیح استعمال۔ آخر کار انسان کے پاس جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ اس کا جمع کیا ہوا سرمایہ نہیں بلکہ اس کا منتخب کیا ہوا سرمایہ ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جو زبان بن گئے، وہ تجربات جو شخصیت بن گئے، وہ مطالعہ جو فکر بن گیا، اور وہ روشنی جو بصیرت میں ڈھل گئی۔

کائنات ایک عظیم Collection ہے، زندگی Selection کا میدان ہے، اور کامیابی اسی شخص کا مقدر بنتی ہے جو منتشر معلومات، مختلف آراء، متنوع تجربات اور بے شمار امکانات میں سے خیر، حکمت، حقیقت اور توازن کو منتخب کرنا سیکھ لے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ علیمی مصباحی کو مبلغ اسلام ایوارڈ دیئے جانے پر تہ دل سے مبارک باد

محمد شہاب الدین علیمی

"مبلغ اسلام ایوارڈ" کے لیے حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ –مدظلہ العالی– کا نام تجویز کیے جانے پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں

علمائے حق امت مسلمہ کے عظیم سرمایہ ہیں، انہیں کے دم سے علوم نبوت کی شمع فروزاں رہتی ہے، انہیں کی محنتوں سے عقائد و اعمال کی حفاظت ہوتی ہے، اور انہی کی رہنمائی سے امت راہ اعتدال پر گامزن رہتی ہے؛ اسی لیے اہل علم کی قدردانی، حوصلہ افزائی درحقیقت علم کی تکریم ہے، دین کی خدمت اور اسلامی اقدار کے احترام کا مظہر ہے۔

استاذی گرامی، زینت الفقہاء شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری صاحب –دامت برکاتہم العالیہ– کا شمار ان جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی علم دین کی اشاعت، تدریس، تصنیف، افتاء اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ آپ ۱۹۹۴ء (۳۲ سال) سے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ہزاروں طلبہ آپ کے علم و فضل، اخلاص و للہیت اور حسن تربیت سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ آپ کی علمی بصیرت، تحقیقی ذوق اور فقہی مہارت اہل علم کے درمیان مسلم ہے، جبکہ آپ کی سادگی، دین کا درد، علیمیہ جمدا شاہی کے لیے والہانہ وابستگی اور بے مثال خلوص آپ کی شخصیت کو مزید ممتاز بناتی ہے۔ ایسے وقت میں جب حضرت مفتی صاحب قبلہ کو ۱۰ محرم الحرام کو "مبلغ اسلام ایوارڈ" سے نوازا جا رہا ہے، تو یہ خبر اہل سنت کے علمی حلقوں کے لیے باعث مسرت و انبساط ہے۔ یہ اعزاز محض ایک رسمی تقریب یا اعزازی سند کا نام نہیں بلکہ ان طویل علمی، تدریسی اور دینی خدمات کا اعتراف ہے جو حضرت مفتی صاحب قبلہ نے خاموشی، اخلاص اور استقامت کے ساتھ انجام دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل علم کی خدمات کا اعتراف نئی نسل کے لیے بھی ایک مثبت پیغام ہوتا ہے کہ علم و عمل، اخلاص و خدمت اور محنت و استقامت کبھی رائیگاں نہیں جاتے۔

اس موقع پر حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی مدظلہ العالی، مفتی اعظم ہالینڈ خصوصی طور پر مبارکباد اور خراج تحسین کے مستحق ہیں، جنہوں نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی علمی و دینی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے انہیں اس اعزاز کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ فیصلہ ان کی علم دوستی، علماء نوازی اور دینی بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔ درحقیقت جو لوگ اہل علم کی قدر کرتے ہیں، وہ علم کے فروغ اور دینی روایت کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ اس قسم کے اقدامات سے نہ صرف علماء کرام کی حوصلہ افزائی ہو گی بلکہ نوجوان نسل میں بھی علم دین کی خدمت اور علمی میدان میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو گا۔ معاشرے کو ایسے ہی علمی اور فکری نمونوں کی ضرورت ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بن سکیں۔ میں (مفتی صاحب قبلہ کا ادنی شاگرد) مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو اس باوقار اعزاز کے حصول پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس اعزاز کو ان کے حق میں مزید خیر و برکت، عزت و قبولیت کا ذریعہ بنائے۔ نیز اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ، عمر دراز، عافیت مستمرہ اور مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

نزیل حال: قاہرہ، مصر
۱۸/ جون ۲۰۲۶ء
۳/ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ

: محمد ذیشان علیمی

ماہر درسیات، محقق عصر، شیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکت محتاج تعارف نہیں، آپ اپنی خداداد صلاحیتوں، دین ابد کی بے لوث خدمات، علمی تحقیقی اور فکری رہنمائی کی بنیاد پر علمائے اہل سنت، اور مفتیان کرام کے مابین نمایاں مقام رکھتے ہیں. بلاشبہ "مبلغ اسلام ایوارڈ" سے نوازے جانے کے لیے آپ کی ذات کا انتخاب آپ کی علمی، قلمی، فکری اور تدریسی خدمات کا اعتراف ہے، نیز یہ آپکی مسلسل محنت، لگن اور صلاحیتوں کا خوبصورت صلہ بھی ہے. ہم جملہ ابنائے علیمیہ حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ رب کی بارگاہ میں دعا کرتے۔ ہیں کہ مولی تعالیٰ آپ کا سایہ عاطفت ہم پر دراز فرمائے، آپ کے علم و عمل اور رزق خوب خوب برکتیں عطا فرمائے.

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقع پر مفتی اعظم ہالینڈ حضرت۔ علامہ مفتی محمد شفیق الرحمن صاحب قبلہ عزیزی مصباحی مدظلہ العالی والنورانی کا شکریہ ادا نہ کریں جنہوں نے حضور مفتی نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی علمی صلاحیتوں، اور دینی خدمات کے اعتراف کا بین ثبوت پیش کیا اور یہ اعلان فرمایا کہ آپ کی ذات بابرکت اس خوبصورت ایوارڈ کی کماحقہ حقدار ہے، آپ کے اس فیصلے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ رب العزت آپ کو دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے، اور آپ سے وہ کام لے جس میں اس کی اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو.

نزیل حال جامعہ ازہر قاہرہ مصر
۱۸ جون / ۲۰۲۶

یکم محرم الحرام کو ۸۱۵واں یوم سہروردی منایا جائے گا

گجرات کے تاریخی شہر داہود شریف میں ہر سال کی طرح اس سال بھی بتاریخ یکم محرم الحرام ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۷ جون ۲۰۲۶ء بروز بدھ شیخ الشیوخ مؤسس ثانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمہ کا ۸۱۵ واں یوم سہروردی داہود شہر قاضی صاحب سید محمد نذیر میاں سہروردی کی سرپرستی میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منایا جائے گا صبح ۱۰ بجے قرآن خوانی نعت و منقبت تقریر بعدہ قل شریف پھر لنگر سہروردیہ کھلایا جائے گا۔ اس عرس سراپا قدس کی محفل میں شرکت فرما کر فیوض سہروردیہ سے مستفیض ہوں۔۔ الداعی: داہود شہر قاضی صاحب سید محمد نذیر میاں سہروردی جانشین آستانہ عالیہ سہروردیہ قطب الاولیا حضرت سید غوث عبدالنبی سہروردی علیہ الرحمہ اور جملہ عقیدت مندان بارگاہ داہود گجرات

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

18/جون 2026مطابق 02/محرم الحرام 1448ھ /4/گتے اسار 2083

مدارس اسلامیہ کا موجودہ نصاب تعلیم اور عصر حاضر کے تقاضے

از قلم—
نور محمد خالد مصباحی ازہری
جامعہ اسلامیہ احسن البرکات تولھوا

اسلام مکمل نظام حیات انسانی کا ضامن ہے اسکا دستور اساسی قرآن وحدیث ہے قرآن اللہ کا ایسا کلام ہے جو حیات انسانی کے تمام شعبوں پر مشتمل ہے دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں ہے جو قرآن پاک میں موجود نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ ولارطب ولایابس الافي كتاب مبين ۔ قرآن جنس ماحول میں نازل ہوا تھا اس وقت کے اھل عرب تعلیم و تعلم و خط و کتابت میں بہت پس ماندہ تھے مگر جب رحمت اللعلمین کا یہ معجزہ تھا بقول حالی اتر کر حرا سے سوئے قوم آئے۔ اور ایک نسخئے کیمیاں ساتھ لائے مسے خاک کو جس نے کندن بنایا۔ کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

اسی قرآن عظیم کے برکت سے عرب کے بوریا نشیں قیصر و کسری کو بھی ماں کر دیا اونٹ اور بکری کے چرواہے نبی رحمت کی برکت سے دنیا کے امامت و قیادت کا فریضہ انجام دینے لگے صحابہ میں صداقت و عدالت سخاوت و شجاعت ایثار و ہمیت کا جزبہ بیدار ہوا ایک صدی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ دنیا کے تین براعظموں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا صا اللہ نبی پاک صلی ایم نے تعلیم و تعلم کی اہمیت بتاتے ہو ۔اہمیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ طلب العلم فريضه على كل مسلم و مسلمہ اس حدیث میں اگر چہ شارحین حدیث نے علم سے مراد دینی علم لیا ہے مگر میری ناقص رائے میں حدیث میں مطلقا علم کہا گیا ہے جو دینی اور دنیاوی علم دونو کو محیط ہے۔ اور اس کی تاوید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے اطلبوا العلم ولو كان بالصين علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہاں علم سے مراد علم دنیا ہی ہے کیونکہ حضور کے زمانے میں چین میں کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا تو اب یقین کامل ہو گیا کہ علم سے مراد یہاں دین و دنیا ہی ہے تیسری حدیث میں اللہ کے رسول نے فرمایا۔ اطلبوا العلم من المهد الى الحد ۔علم چاہے قرآن کا ہو یا حدیث کا یا فقہ کا جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے یا علم جبر ہو یا علم ہیت منطق ہو یا فلسفہ ہو سائنس ہو یا کامرس کمپیوٹر ہو یا میتھ یا علم کا کوئی بھی شعبہ ہو جو انسانیت کے لئے مفید ہے اس کا حصول جائز ہے عربی دینی مدارس نظامیہ بغداد سے لیکر فرنگی محلی لکھنؤ یک کس نے کماحقہ دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کو کماحقہ جگہ ناد الاماشاء الہی بعض ایسے ادارے تھے جہاں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جیسے قاہرہ کا جامعہ اظہر ان دلس کا جامعہ قرطبہ جامعہ غرناطہ جامعہ اش بلیلا تیونس کا جامعہ زیتونہ اور ہندوستان میں علاؤدین خلجی نے کچھ ایسے دینی مدارس کو قائم کیا تھا جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری علا عصری علوم کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور انہی مدارس کا دین تھا کہ مسلمانوں نے اپنے اپنے دور میں ریاضی طب کیمیا فلقیات اور سائنس کے دوسرے شعبوں میں انقلاب برپا کیا محمد بن موسی الخارجی علم ریاضی اور کمپیوٹر سائنس الجبرا الگور تھم کا بانی مانا جاتا ہے ان سینا موجودہ میڈین کے ان مانے جاتے ہیں نظامی میں ہی سن کی بتان بین کی طرف منسب سے ساری دنیا کا ایک بات بھی ابن سینا کام لینے پر مجبور ہیں اور اس کی لکھی ہوئی کتاب القانون کئی صدیوں تک یورپ کے

یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی تھیں ابن الھیشم فی کس علم طبعیات جو علم بصارت کے موجد تھے عینک کو انہوں نے ایجاد کیا جابر بن حیان علم کمسٹری کے موجد مانے جاتے ہیں البیرونی جنہیں علم جغرافیہ کا موجد مانا جاتا ہے الزہراوی علم سرجری کا موجد مانا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ قرون وسطی میں ہزاروں مسلم سائنس دانوں نے جنم لیا اور ۱۴ویں صدی میں امام احمد رضا نے بھی سائنسی علوم میں ایک نیا باب رقم کیا اپ نے ۱۳۱۱ ایسے زمین کے جنس سے ایسے مادیات کا تذکرہ کیا ہے جن سے تیم جائز ہے جو قدیم فقہا کے کتابوں میں دستیاب نہیں سولہویں صدی اتے آتے مسلم معاشرے میں عجمی تصوف کا غلبہ ہوا اور دکھاوے کے روحانیت کے نام پر عصری علوم کو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم سے خارج کر دیا گیا بد قسمتی سے ستر ہویں صدی میں برصغیر پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا اور لارڈ میکالے نے حکومتی عہدوں کو چلانے کے لیے انگلینڈ سے ایسا نصاب تعلیم لایا جو دینی مدارس کے نصاب تعلیم سے یکسر مختلف تھا

اور حکومتی عہدوں میں انہی لوگوں کو جگہ دی جاتی تھی جو حکومت کے قائم کردہ اداروں کے فارغ التحصیل ہوں اور ان کنوینٹ اداروں میں عصری علوم کے ساتھ مسیحی مذاہب کے علوم کو داخل نصاب کیا تا کہ برصغیر کے ہندو مسلمان کو باسانی عیسائی بنایا جاسکے تب ہندو مسلمان دونوں کو ہوش آیا اور ان دونوں نے اپنے اپنے مذاہب کے تحفظ کے لیے مزید مذہبی ادارے قائم کرنا شروع کیے چنانچہ مسلمانوں کے ہبی اداروں کو ایک ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت تھی جہاں سے مفتی عالم عامتہ المسلمین کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کر سکیں اس کے لیے ملا نظام الدین سہلوی رحمتہ اللہ علیہ حافظ و قاری پیدا ہو کر کے نے ایک نصاب تعلیم مرتب کیا جو تین شعبوں پر مشتمل تھا علوم نقلیہ علوم عقلیہ علوم الیہ علوم نقلیہ میں تین علوم تھے علم قرآن تفسیر یعنی تفسیر علم حدیث علم فقہ علم کلام و عقائد علم تفسیر کی مشہور کتابیں جلالین مدارک بیضاوی داخل نصاب تھیں علم حدیث میں صحاح ستہ موطا امام مالک وغیرہ داخل نصاب تھیں علمفقہ میں قدوری نور الایضاح ہدایہ داخل نصاب تھی وغیرہ علوم عقلیہ منطق فلسفہ علم حیت توقیت علم منطق کی مشہور کتابیں صغری کبری ملاحسن وغیرہ داخل نصاب تھی علوم فلسفہ میں ہدایت الحکمت شرح چغمینی و داخل نصاب تھیں علوم الیہ میں نحو صرف علم بلاغت معن العروض عربی نشر و نظم وغیرہ داخلے نصاب تھیں اور اس نصاب تعلیم پر مشتمل عربی مدارس کے نصاب کو ملا نظام الدین دہلوی کے نام پر درس نظامی کہا جانے لگا جو نصاب تعلیم اج تک دینی مدارس میں قائم و دائم ہے ہندوستان کے دو مکاتب فکر دیوبندی بریلوی دونوں کے دینی مدارس اسی نصاب پر چل رہے ہیں اول الذکر کا مرکز دار علوم دیوبند ہے اور ثانی کا مرکز جامعہ منظر اسلام بریلی شریف ہے اٹھارویں صدی سے لے کر اب تک ان اداروں کے فارغین علماء اپنی علمی زندگی میں حکومتی اداروں میں تقرری سے محروم کر دیے گئے چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہندوستان میں دو تحریکیں چلی تحریک سر سید علی گڑھ اور تحریک ندۃ العلماء کہ لعلماء لکھنو مگر بد قسمتی سے دونوں تحریکیں افراط و تفریط کا شکار ہو گئیں

خود سر سید کو نیچری تحریک کا بانی کہا جانے لگا اور انہوں نے ایسے ایسے نظریات کو جنم دیا جو اہل علم پر مخفی نہیں اور خود ندوۃ العلماء سوائے عربی ادب کے فروغ کے عصری علوم کے فروغ کے تقاضوں کو انجام نہ دے سکا ہندوستان کے اکثر صوبوں کے دینی مدارس نے اپنے اپنے صوبوں میں مدرسہ بورڈ بھی قائم کیا مثلا عربی فارسی بورڈ لکھنو اتر پردیش مدرسہ ایجو کیشن بورڈ پیٹنا بہار کرناٹک مدرسہ بورڈ کیرلا مدرسہ بورڈ وغیرہ وغیرہ مگر ان بورڈ کی سندیں آج بھی ہندوستانی حکومت کے اہم عہدوں پر فائض ہونے کے لیے غیر مقبول ہیں اب رہی ہمارے ملک کے نیپال کی دینی مدارس کی تو اس کا حال تو اور بھی برا ہے میچی سے مہاکالی تک ترائی سے ہمال تک ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس و مکاتب کا نہ کوئی مدرسہ بورڈ ہے نہ ہی کوئی نہ ہی کوئی یونین لہذا میں تمام مکاتب فکر ارباب حل عقد و مدارس کے نظمی سے مودبانہ گزارش کروں گا آپ حضرات ایک جگہ جمع ہو کر مدارس دینیہ کے لیے ایک ایسا جامع نصاب مرتب کرے جو دینی و عصری علوم کا سنگم ہو تا کہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات دسویں تک تعلیم حاصل کر سکیں بعدہ چاہے تو عالمانہ کورس کریں اور چاہیں تو حکومت کے قائم کردہ عصری اداروں میں داخلہ لے کر اگے کی تعلیم مکمل کریں انجینیئر ڈاکٹر پروفیسر کمپیوٹر داں بن کر قوم وملت کی خدمت انجام دے سکیں اور مزید حکومت کے قائم کردہ تمام سرکاری عہدوں پر کام کر سکیں

ادارتی

نیپال میں مکاتب اور مدارس کا نظام

نیپال میں مدارس اور مکاتب مسلمانوں کی دینی، تعلیمی اور سماجی زندگی کا لازمی حصہ ہیں جو پورے ملک میں مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ دیہی علاقوں سے لے کر شہری مراکز تک، ہر خطے میں یہ ادارے دینی تعلیم کی بنیاد فراہم کرتے ہیں اور بچوں کے عقیدے، کردار اور مذہبی شعور کی تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس وقت نیپال میں تقریباً ۲۵۰۰ مدارس موجود ہیں جن میں سے لگ بھگ ۱۲۰۰ حکومت کے ساتھ باضابطہ طور پر رجسٹرڈ ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف دینی تعلیم کے اہم مراکز ہیں بلکہ مسلمانوں کی تہذیبی اور سماجی شناخت کے تحفظ کا ذریعہ بھی سمجھے جاتے ہیں۔

تاہم، ملک کے مختلف حصوں میں بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے مدارس قائم ہو چکے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر کے پاس نہ معیاری اساتذہ ہیں، نہ مناسب نصاب اور نہ ہی وہ تعلیمی ڈھانچہ جو کسی ادارے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ تعلیم کا معیار متاثر ہوتا ہے اور مالی و افرادی وسائل بھی بکھر کر رہ جاتے ہیں۔

ان میں سے کئی ادارے محض مدارس کے نام سے مشہور ہیں، مگر حقیقت میں یہ ابتدائی درجے کے مکاتب ہیں جہاں صرف بنیادی دینی تعلیم جیسے قرآنِ کریم کی تلاوت، نماز اور عقائد کی ابتدائی تربیت فراہم کی جاتی ہے۔ اگر ان اداروں کو ان کی اصل سطح یعنی مکتب تک محدود رکھا جائے اور ان کی واضح درجہ بندی کی جائے تو مستند اور بڑے مدارس اپنی توجہ اعلیٰ دینی تعلیم پر مرکوز کر سکیں گے اور پورے ملک میں تعلیمی معیار بہتر ہو سکے گا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ محض مالی مفادات یا چندہ جمع کرنے کے لیے ابتدائی درجے کے ان مکاتب کو مدارس کا درجہ دے دیتے ہیں، حالانکہ ان اداروں کے پاس نہ مطلوبہ طلبہ کی تعداد موجود ہوتی ہے، نہ تربیت یافتہ اساتذہ اور نہ ہی وہ بنیادی سہولیات جو کسی مدرسے کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ ادارے صرف نام کے مدارس رہ جاتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ چھوٹے درجے کے مکاتب ہوتے ہیں جو بنیادی دینی تعلیم فراہم کرتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل کئی نقصانات کا باعث بنتا ہے۔

سب سے پہلا نقصان یہ ہے کہ جب یہ غیر معیاری مکاتب مدارس کے نام سے رجسٹر ہو جاتے ہیں تو اصل اور بڑے مدارس، جو مکمل دینی تعلیم، رہائش، لائبریری، تربیت یافتہ اساتذہ اور منظم نصاب رکھتے ہیں، ان کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ حکومت یا دیگر امدادی ادارے جب فنڈز اور وسائل تقسیم کرتے ہیں تو یہ غیر معیاری ادارے بھی اس فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل مستحق مدارس اپنا جائز حصہ کھو دیتے ہیں۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ جب حکومت کے ریکارڈ میں ان چھوٹے مکاتب کو مدارس کے طور پر شمار کیا جاتا ہے تو مدارس کی مجموعی تعداد اصل سے کہیں زیادہ نظر آتی ہے۔ اس سے حکومت اور تعلیمی پالیسی ساز ادارے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ملک میں مدارس کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہو چکی ہے، اور اس غلط فہمی کے نتیجے میں دینی تعلیم کے خلاف غیر ضروری تنقید اور پابندیوں کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک طلبہ، اساتذہ، نصاب اور انفراسٹرکچر کے تمام تقاضے پورے نہ ہوں، ایسے اداروں کو مکتب کی سطح تک محدود رکھنا چاہیے اور انہیں مدرسہ کا درجہ نہیں دینا چاہیے تاکہ نہ اصل مدارس کے حقوق متاثر ہوں اور نہ ہی حکومتی پالیسی سازی میں کوئی ابہام پیدا ہو۔

مکاتب کی افادیت اور کردار

مکاتب کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ یہ بچوں کو بنیادی دینی تعلیم جیسے قرآنِ کریم کی تلاوت، نماز، عقائد اور اخلاقیات فراہم کرنے کا سب سے موزوں، غیر متنازعہ اور عوامی نظام ہیں۔ تاریخ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ اسلامی معاشروں میں تعلیم کی بنیاد ہمیشہ مکاتب رہے ہیں۔ یہ نظام کم وسائل میں زیادہ تعلیمی نتائج فراہم کرتا ہے۔ عموماً مسجد یا ادارے کے کسی کمرے میں کم اساتذہ اور سادہ نصاب کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے جو بچوں کی دینی بنیاد کو مضبوط بناتا ہے۔ مزید یہ کہ مکتب کے طلبہ اسکول اور کالج میں بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جس سے ان میں دینی و دنیاوی علوم کا توازن قائم ہوتا ہے اور وہ معاشرتی ترقی میں بہتر کردار ادا کرتے ہیں۔

مدارس کا اصل مقصد اعلیٰ دینی تعلیم اور علماء کی تیاری ہے، جبکہ مکاتب ابتدائی دینی تعلیم کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔

اگر مکاتب کا نظام مضبوط کیا جائے تو مدارس اپنی اصل ذمہ داری یعنی علماء اور ماہر دینی شخصیات کی تیاری پر توجہ دے سکیں گے۔ اداروں کی درجہ بندی اس سلسلے میں نہایت ضروری ہے۔ حکومت اور تعلیمی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ مکاتب اور مدارس کی واضح درجہ بندی کریں تاکہ ہر ادارہ اپنے تعلیمی معیار، وسائل اور کارکردگی کے مطابق خدمات فراہم کرے۔ اس سے یہ بھی طے ہو سکے گا کہ کون سا ادارہ ابتدائی دینی تعلیم مہیا کر رہا ہے اور کون سا ادارہ اعلیٰ دینی تعلیم کے معیار پر پورا اترتا ہے، تاکہ وسائل کا مؤثر اور منصفانہ استعمال یقینی بنایا جا سکے۔

لہٰذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مکاتب کا نظام مسلمانوں کے دینی اور تعلیمی استحکام کی بنیاد ہے۔ اگر ہر محلہ اور گاؤں میں مکاتب کو تعلیم کا مرکز بنایا جائے، بجائے ہر جگہ غیر معیاری مدارس قائم کرنے کے، تو نہ صرف معیاری اور عام فہم دینی تعلیم عام ہوگی بلکہ مالی استحکام اور تعلیمی بہتری بھی حاصل ہوگی۔ نیپال کی موجودہ صورت حال اس حقیقت کو مزید نمایاں کرتی ہے کہ جب تک طلبہ، اساتذہ اور انفراسٹرکچر کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں، ایسے اداروں کو مکتب کی سطح تک محدود رکھنا ہی زیادہ موزوں اور فائدہ مند ہے۔

ڈاکٹر سلیم انصاری

Editorial

جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار!

ایڈیٹر کے قلم سے-----

نیپال کی سیاست اس وقت ایک اہم اور نازک مرحلے سے گزر رہی ہے۔ پارلیمنٹ کے اندر حکومت اور اپوزیشن کے درمیان جاری اختلافات نے ملک بھر میں سیاسی بحث کو جنم دیا ہے۔ بعض حکومتی حامی حلقے اپوزیشن کے احتجاج اور مطالبات کو ہنگامہ آرائی قرار دے رہے ہیں، لیکن اگر حالات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اپوزیشن نے ایسے معاملات پر آواز بلند کی ہے جن کا تعلق براہِ راست قومی مفاد، حکومتی شفافیت اور عوامی اعتماد سے ہے

جمہوریت کا حسن یہی ہے کہ اقتدار میں بیٹھے لوگوں سے سوال پوچھے جائیں۔ پارلیمنٹ محض قانون سازی کا ادارہ نہیں بلکہ عوامی نگرانی اور حکومتی احتساب کا سب سے بڑا فورم بھی ہے۔ عوام اپنے نمائندوں کو اسی لیے منتخب کرتے ہیں کہ وہ حکومت کے فیصلوں پر نظر رکھیں اور ضرورت پڑنے پر ان سے جواب طلب کریں۔ اگر پارلیمنٹ میں سوال اٹھانے کا حق محدود کر دیا جائے یا اختلافِ رائے کو ہنگامہ آرائی قرار دیا جائے تو جمہوریت کی روح کمزور پڑ جاتی ہے۔

حالیہ دنوں بعض حساس قومی معاملات پر پیدا ہونے والے سوالات نے سیاسی ماحول کو مزید گرم کر دیا ہے۔ اپوزیشن جماعتوں کا مؤقف ہے کہ حکومت کو ان معاملات پر واضح اور دوٹوک موقف اختیار کرنا چاہیے تاکہ عوام میں پائی جانے والی بے چینی اور شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو سکے۔ اپوزیشن کا مطالبہ ہے کہ پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا جائے اور عوام کے سامنے تمام حقائق رکھے جائیں۔ یہ مطالبہ کسی غیر جمہوری طرزِ عمل کا عکاس نہیں بلکہ جمہوری جوابدہی کا تقاضا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اکثر حکومت پر تنقید کو ریاست پر تنقید سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ایک فعال اور مضبوط اپوزیشن دراصل جمہوری نظام کی محافظ ہوتی ہے۔ دنیا کی کامیاب جمہوریتوں میں اپوزیشن حکومتی پالیسیوں پر کڑی نظر رکھتی ہے، خامیوں کی نشاندہی کرتی ہے اور عوامی مفادات کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرتی ہے۔ یہی عمل حکومت کو زیادہ محتاط، ذمہ دار اور جوابدہ بناتا ہے۔

نیپال نے جمہوریت کے حصول اور اس کے استحکام کے لیے ایک طویل جدوجہد کی ہے۔ عوامی تحریکوں، سیاسی قربانیوں اور آئینی جدوجہد کے بعد قائم ہونے والے اس نظام کو مضبوط بنانے کی ذمہ داری تمام سیاسی قوتوں پر عائد ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر قومی اہمیت کے معاملات پر سوالات اٹھتے ہیں تو ان کا جواب دلیل اور حقائق سے دیا جانا چاہیے، نہ کہ سیاسی الزام تراشی یا تنقید کرنے والوں کو خاموش کرانے کی کوشش سے۔

اس وقت ملک کو معاشی مشکلات، نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی بیرونِ ملک ہجرت، روزگار کے محدود مواقع، مہنگائی اور ترقیاتی چیلنجز کا سامنا ہے۔ عوام کی نظریں سیاسی قیادت پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ حکومت اور اپوزیشن دونوں قومی مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ شفافیت کا راستہ اختیار کرے اور اپوزیشن کے جائز سوالات کا جواب دے، جبکہ اپوزیشن کو بھی اپنی جدوجہد کو جمہوری حدود کے اندر رکھتے ہوئے عوامی مسائل کو اجاگر کرنا چاہیے۔

سیاسی اختلافات ہر جمہوریت کا حصہ ہوتے ہیں، لیکن ان اختلافات کو قومی بحران میں تبدیل ہونے سے بچانا تمام فریقوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ پارلیمنٹ میں مکالمہ، بحث اور جوابدہی ہی مسائل کا حل ہے۔ اگر حکومت سوالات کا سامنا کرے اور اپوزیشن ذمہ دارانہ انداز میں اپنا کردار ادا کرے تو نہ صرف جمہوریت مضبوط ہوگی بلکہ عوام کا اعتماد بھی بحال رہے گا۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے کے بجائے جمہوری عمل کا لازمی حصہ تصور کریں۔ اختلافِ رائے کو برداشت کرنا اور عوامی سوالات کا جواب دینا ہی ایک بالغ جمہوریت کی پہچان ہے۔ نیپال کی جمہوریت بھی اسی وقت مضبوط ہوگی جب اقتدار اور اپوزیشن دونوں آئین، پارلیمنٹ اور عوامی اعتماد کا احترام کریں گے۔

جمہوریت کی اصل طاقت خاموشی میں نہیں بلکہ جوابدہی میں ہے، اور اپوزیشن کی آواز کو دبانے کے بجائے سننا ہی ایک مضبوط اور مستحکم جمہوری نظام کی علامت ہے دیکھنا یہ ہے کہ بالن شاہ کی حکومت کس طرح سے جمہوریت کو قائم رکھنے میں اور اپوزیشن کے سوالات کا جواب دیتی ہے!

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

* تعزیہ داری یا امت کی تباہی؟ *

ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی دھنوشا (نیپال) *

محرم الحرام

کا مبارک مہینہ آتے ہی نیپال کے مختلف شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں ایک عجیب منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ گاؤں محلہ پر جوش ہو جاتا ہے، چوراہے آباد ہوتے ہیں، تعزیے بنائے جانے لگتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں، میلے لگتے ہیں اور عوام کا ایک بڑا طبقہ ان سرگرمیوں میں غیر معمولی دلچسپی لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ نوجوانوں کا جوش، بوڑھوں کی وابستگی، عورتوں کی شرکت اور بچوں کی دل چسپی دیکھ کر بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید پوری قوم محبتِ اہلِ بیت کے جذبے سے سرشار ہے، علما سے زیادہ انہیں کو امام حسین اور شہیدانِ کربلا رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت ہے، لیکن جب حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس لیے کہ وہ شریعت کے خلاف اتنے کارنامے انجام دیتے ہیں کہ اللہ کی پناہ، مزید جو لوگ مروجہ تعزیہ داری اور اس کے خرافات وبدعات کے فروغ پر جس فخر سے روپے پانی کی طرح بہا دیتے ہیں انہی کے محلوں کی مسجدیں نمازیوں کی قلت کا شکوہ کر رہی ہیں، انہی کے مکاتب وسائل کے فقدان سے دم توڑ رہے ہیں، انہی کے مدارس مالی بحران سے گزر رہے ہیں اور انہی کے بچے دینی وعصری تعلیم کے میدان میں دوسروں سے پیچھے رہتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ذرا غور کیجیے! ہر سال لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپے تعزیہ داری، جلوسوں، آرائشوں اور تعزیہ داری کے مختلف تقریبات پر خرچ کر دیے جاتے ہیں، لیکن جب کسی مسجد کی تعمیر، کسی مکتب کے قیام، کسی مدرسے کی امداد، کسی یتیم طالبِ علم کی کفالت یا کسی دینی معلم کی تنخواہ کا معاملہ آتا ہے تو جیبیں خالی اور دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ قوم کے پاس رسموں اور خرافات کے لیے دولت موجود ہے مگر علم کے لیے نہیں؛ چند دن کی تقریبات کے لیے سرمایہ موجود ہے مگر آنے والی نسلوں کے مستقبل کے لیے نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے سسک رہے ہیں، ہمارے اساتذہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، ہمارے نوجوان علمی میدانوں میں کمزور ہیں اور ہمارا معاشرہ جہالت، بے عملی اور پسماندگی کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت وعقیدت کا تقاضا بدعات و منکرات کی اشاعت و فروغ ہی ہیں یا حقیقی محبت یہ ہے کہ ان کے مشن کو عام کیا جائے، ان کے کردار کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے، نماز کی پابندی ہر حال میں کی جائے، اہل بیت کی پردہ نشینوں کو اپناتے ہوئے قوم کی بیٹیوں کو حیا و پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے؟ یقیناً یہی حقیقی اظہار محبت اور اہل بیت اطہار و شہیدان کربلا کے حضور نذرانہ محبت ہے۔ مگر اس قوم کو اس سے کیا سروکار، انہیں تو مستی و سرور چاہیے، انہیں جھوم برابر جھوم کا نظارہ چاہیے، انہیں مستی کا خمار چاہیے اور شوق لذت آشنائی کی محفل چاہیے۔

اسے سنی مسمانو اور ملت اسلامیہ کے نوجوانو! کربلا کا پیغام صرف آنسو بہانے کا نام نہیں، کھیل، کود اور تماشہ بازی کا نہیں، بلکہ حق کے لیے کھڑے ہونے، باطل کے سامنے ڈٹ جانے، دین کی حفاظت کرنے، نماز کو زندہ رکھنے اور شریعت کی سربلندی کے لیے ہر قربانی پیش کرنے کا نام ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر تو کٹوا دیا لیکن دینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا۔ افسوس! آج انہی کے نام پر ایسے اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں جن میں بے پردگی، اختلاط، فحاشی اور بے حیائی کے مناظر عام نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسے میلوں میں شریک ہوتے ہیں جہاں حیا کا دامن تار تار ہوتا ہے، نگاہیں آلودہ ہوتی ہیں اور دل گناہوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ کیا یہ اہلِ بیت کی محبت ہے یا اہلِ بیت کی تعلیمات سے دوری؟ کیا یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشن کی خدمت ہے یا ان کے مقصد سے غفلت؟ اگر کسی عمل کے نتیجے میں نمازیں ضائع ہوں، مساجد ویران ہوں، علم کمزور ہو اور گناہ عام ہوں تو اسے محبتِ اہلِ بیت کا نام دینا خود محبتِ اہلِ بیت کے ساتھ ناانصافی ہے اور اپنی جانوں پر ظلم عظیم ہے۔ تعزیہ کے میلوں میں کیا کیا خرافات ہوتے ہیں، کیا کیا بے حیائیاں اور برائیاں انجام دی جاتی ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں ہے، مسلم لڑکے بھی اور غیر مسلم لڑکے بھی تعزیہ کے تماشوں میں ایک ایک فٹ اچھلتی عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کے جسم کی نمائش، سر پر لہراتے بالوں کے نظاروں، سینوں سے بغاوت کرتے دوپٹہ کی حرکت سے لطف اندوز ہوت ہیں اور پھر کچھ منچلے اس تماشہ کے بہانے لڑکیوں سے ملتے ہیں اور پیار و محبت کے گل بھی کھلاتے ہیں اور کچھ تو مذہب و خاندان کی عزت کی پرواہ کئے بغیر فرار بھی ہو جاتے ہیں۔ اور حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ امام حسین اور شہیدان کربلا کی غیر پائیدار و فریب سے پر دعوائے محبت کے نام پر تعزیہ داری مع ممنوعہ و محرمہ خرافات و منکرات و مراسم کی ادائیگی کے موقع پر شراب نوشی بھی کی جاتی ہے، جلوس میں بہتیرے نوجوان شراب کے نشے دھت کرتب دیکھاتے نظر آتے ہیں، جنہیں دیکھ کر مسلمان کہنے میں بھی اہل دل کو حیا آتی ہے۔ افسوس کی انتہا تو یہ ہے کہ جب اہلِ علم، ائمۂ مساجد اور دینی رہنما اس قوم کو تعزیہ داری میں پائی جانے والی خرافات، بدعات اور منکرات سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح راستہ دکھاتے ہیں، محرم الحرام کی حقیقی روح اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل پیغام بیان کرتے ہیں، تو بجائے اس کے کہ ان کی بات کو غور برا بھلا کہتے ہیں، ان کی نیتوں پر حملے کرتے ہیں اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوک چوراہوں پر کان زبان بھی کان بھی دراز ہونے لگتے ہیں، عیب

جوئی کی محفلیں چائے کی دکان پر اس عالم و امام کے خلاف منعقد ہونے لگتی ہے اور کچھ سنجیدہ مزاج افراد جو امام و عالم کی حمایت و تائید میں ہوتے ہیں ان کے کان بھرنے لگتے ہیں اور انہیں ورغلانے میں پورا زور لگا دیتے ہیں۔ مزید افسوس ناک بات یہ ہے کہ اگر کسی مسجد کا امام پوری دیانت داری کے ساتھ شرعی مسئلہ بیان کر دے، تعزیہ داری کی غیر شرعی رسومات کی نشاندہی کر دے یا لوگوں کو سنتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور منہج اہلِ سنت کی طرف بلائے تو بعض مقامات پر اسی امام کو معزول کرنے، اس کی مخالفت کرنے یا اسے مسجد سے ہٹانے کی کوششیں شروع ہو جاتی ہیں۔ گویا حق بات سننے کے بجائے حق بات کہنے والے کو ہی مجرم بنا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، ان کا کام لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنا نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احکام پہنچانا ہے۔ جو قوم اپنے مصلحین اور خیر خواہوں کی آواز کو دبا دیتی ہے، وہ اصلاح کے دروازے خود اپنے اوپر بند کر لیتی ہے۔ اگر ہم واقعی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں حق بات سننے اور قبول کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہو گا، کیونکہ کربلا کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ حق کی حمایت کی جائے خواہ وہ ہماری خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۰۱۵ میں ضلع سرلاہی کے ایک بڑی آبادی والے قریہ کبیرہ کے ایک ادارہ میں تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور ہوا، محرم الحرام کے موقع پر جمعہ میں بیان کر دیا کہ اگر عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کا محرم الحرام میں تعزیہ کے تماشہ میں گیت گانا، اچھل اچھل کر جسم کی نمائش کرنا، دوپٹہ لہرا کر اور بلند آواز میں غیر محرموں کی موجودگی میں اور مسلم و غیر مسلم نوجوانوں کی نگاہوں کا سامان لطف و لذت فراہم کرتی ہوئیں ادائیں دیکھنا ہماری قوم کی نظروں میں درست ہے تو پھر مدرسہ کے ہم اساتذہ اس سے کیوں محروم رہیں؟ آئے ہم سارے اسٹاف مدرسہ کے صحن میں کرسی لگا کر بیٹھتے ہیں اور پھر قوم کی انہیں عورتوں اور بیٹیوں کو بلا کر یہی نمائش کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہ سنتے ہی کچھ باغیرت مسلمانوں کی غیرت بیدار ہوئی اور جمعہ کے بعد مدرسہ کے صحن و برآمدہ پر خوب ہنگامہ شروع، ایسے مفتی صاحب نے کیسے کہہ دیا؟ یہ کیا بات ہوئی؟ اس وقت میں مسجد میں تھا، میرے آنے سے قبل کچھ سنجیدہ مزاج لوگوں نے کہا بھائی اگر انہوں نے اپنی طرف سے کہا ہے تو پھر کاروائی کی جائے اور اگر شریعت کی روشنی میں بات کی ہے تو ان سے بھی بڑے مفتی نیپال میں ہیں ان سے پوچھا جائے وہ کیا کہتے ہیں؟ اگر وہ تائید کر دیں تو پھر اس برائی کو روکنا ہو گا۔ کئی اہل علم سے پوچھا سب نے میری بات کی تائید کی اور آخر کار ہر محلہ کے سرکردہ افراد نے اس برائی کے خلاف میدان میں آ گئے۔

اے نیپال کے مسلمانوں! اپنے ضمیر سے ایک سوال ضرور کیجیے۔ جو نوجوان رات بھر تعزیہ داری کے پروگراموں میں شریک رہ سکتا ہے، کیا وہ فجر کی اذان پر مسجد تک نہیں پہنچ سکتا؟ جو شخص ہزاروں روپے تعزیوں کی سجاوٹ پر خرچ کر سکتا ہے، کیا وہ ایک غریب طالبِ علم کی تعلیم کا خرچ نہیں اٹھا سکتا؟ جو لوگ اہلِ بیت کی محبت کے دعوے کرتے ہیں، کیا انہوں نے کبھی اہلِ بیت کے طریقِ زندگی، ان کی عبادت، ان کے زہد، ان کے علم، ان کی دیانت اور ان کی قربانیوں کو اپنانے کی کوشش کی؟ محبت صرف نعروں کا نام نہیں، محبت اطاعت کا نام ہے۔ محبت صرف جلوس کا نام نہیں، محبت کردار کا نام ہے۔ محبت صرف جذبات کا نام نہیں، محبت اتباع کا نام ہے۔ اگر ہماری سے سنا جائے اور اپنی اصلاح کی فکر کی جائے، الٹا انہی اہلِ حق کو تنقید و ملامت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بعض لوگ ان کے خلاف نفرت انگیز مہم چلاتے ہیں، انہیں محبت ہمیں مسجد سے جوڑنے کے بجائے دور کر دے، علم کی طرف لے جانے کے بجائے جہالت میں مبتلا کر دے اور تقویٰ پیدا کرنے کے بجائے غفلت میں ڈال دے تو ہمیں اپنے طرزِ عمل پر سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا۔

وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنی ترجیحات بدلیں۔ قوموں کی ترقی تعزیوں کی اونچائی سے نہیں بلکہ تعلیمی اداروں کی مضبوطی سے ہوتی ہے۔ معاشرے کی عزت جلوسوں کے ہجوم سے نہیں بلکہ علم، کردار اور اخلاق سے بنتی ہے۔ اگر آج ہم نے اپنی دولت، اپنی توانائیاں اور اپنی صلاحیتیں علم، تعلیم، مساجد، مدارس اور نوجوان نسل کی تربیت پر صرف نہ کیں تو کل تاریخ ہم سے یہ سوال کرے گی کہ جب تمہارے پاس وسائل موجود تھے تو تم نے اپنی نسلوں کے مستقبل کے لیے کیا کیا؟ اس لیے اب بھی وقت ہے کہ ہم فضول کی وابستگیوں سے نکل کر شعوری بیداری کی طرف آئیں، رسموں کے بجائے تعلیم کو ترجیح دیں، وقتی نمائش کے بجائے دائمی تعمیر کو اختیار کریں اور اہلِ بیتِ اطہار کی محبت کو ان کے نقشِ قدم پر چل کر ثابت کریں۔ ان کے ایصال ثواب کے لئے قرآن کی تلاوت کریں، درود شریف کی کثرت کریں اور صدقہ و خیرات کریں، یتیموں کا سہارا بنیں، بیواؤں کا خیال رکھیں، اپنی مسجد کے امام کی خدمت کریں، لائبریری میں دینی کتابیں فراہم کریں، جہاں پانی کی قلت ہے وہاں نل لگوا دیں، جنہیں کپڑوں کی ضرورت ہے انہیں کپڑے دیدیں، جن غریب بچیوں کی شادیوں میں دقتیں ہیں انہیں مالی مدد کر دیں، یہی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام ہے، یہی کربلا کا سبق ہے، یہی سچی محبت ہے اور یہی شہیدان کربلا کی بارگاہ میں بہترین اور قابل تحسین خراج عقیدت ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

* ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی *

۱۴۴۸ ہجری کی آمد مبارک ہو، مگر یاد رکھیے!!!

(حافظ) افتخار احمد قادری

ایک اور سال اپنی تمام یادوں، حسرتوں، کامیابیوں اور ناکامیوں کو سمیٹے تاریخ کے اوراق میں دفن ہونے والا ہے۔ ایک اور ہجری سال ختم ہو رہا ہے اور ایک نیا سال شروع ہونے جا رہا ہے لیکن کیا ہماری زندگی میں بھی کوئی نیا باب شروع ہو رہا ہے یا صرف کیلنڈر کا ایک عدد بدل رہا ہے؟ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جب عیسوی سال آتا ہے تو دنیا شور مچاتی ہے، بازار جگمگاتے ہیں، سوشل میڈیا مبارک بادوں سے بھر جاتا ہے، تقریبات منعقد ہوتی ہیں اور نئی شروعات کے دعوے کیے جاتے ہیں مگر جب ہجری سال آتا ہے تو امت مسلمہ کی اکثریت کو خبر تک نہیں ہوتی کہ ان کا اپنا سال کب ختم ہوا اور کب شروع ہو گیا۔ جن لوگوں کی تاریخ مدینہ سے وابستہ ہے، جن کا تشخص ہجرتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وابستہ ہے، جن کی تہذیب اور تمدن کی بنیاد ہجری کیلنڈر پر قائم ہوئی وہی لوگ آج اپنے سال سے بے خبر ہیں۔ یہ کیلنڈر کی بے خبری نہیں بلکہ اپنی شناخت سے دوری کی علامت اور اپنی تاریخ سے بے رغبتی کا اعلان ہے۔ یہ اس دردناک حقیقت کا اظہار ہے کہ ہم نے اپنی ترجیحات بدل دی ہیں۔ ہماری گھڑیاں دوسروں کے وقت پر چل رہی ہیں، ہمارے خواب دوسروں کی فکر کے تابع ہیں اور ہمارے اہداف دوسروں کی تہذیب کے مطابق طے ہو رہے ہیں۔

محترم قارئین! ۱۴۴۸ ہجری کا آغاز صرف ایک نئے سال کا آغاز نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ ہمارے ضمیر کی بیداری کا لمحہ ہونا چاہیے۔ ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے کہ گزشتہ سال ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ ہماری نمازوں میں کیا اضافہ ہوا؟ ہمارے اخلاق میں کیا بہتری آئی؟ ہمارے علم میں کتنا اضافہ ہوا؟ ہم نے دین کے لیے کیا کیا؟ ہم نے امت کے مسائل کے لیے کتنا درد محسوس کیا؟ اگر سچائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو دل کانپ اٹھتا ہے۔ کتنے رمضان آئے اور گزر گئے، کتنی جمعے کی نمازیں ادا ہوئیں، کتنی دعائیں مانگی گئیں مگر ہماری زندگیوں میں حقیقی تبدیلی کیوں پیدا نہ ہو سکی؟ وجہ صاف ہے کہ ہم عبادت کو رسم اور دین کو روایت بنا چکے ہیں۔ ہم نے اسلام کو زندگی کا نظام بنانے کے بجائے چند ظاہری اعمال تک محدود کر دیا ہے۔ یہ نیا ہجری سال ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کا ازسرنو محاسبہ کریں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ جو لمحہ گزر گیا وہ قیامت تک واپس نہیں آئے گا۔ جو دن بیت گیا وہ دوبارہ نہیں ملے گا۔ جو سال ختم ہو گیا وہ ہماری زندگی کے سرمایہ میں اضافہ نہیں بلکہ کمی کا اعلان ہے۔ ہماری عمر بڑھتی نہیں گھٹتی ہے۔ ہماری زندگی لمبی نہیں ہو رہی بلکہ مختصر ہو رہی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم موت کو دوسروں کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ جنازوں میں شریک ہوتے ہیں، قبروں پر جاتے ہیں، تعزیت کرتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ہمارا جنازہ بھی اٹھے گا، ہمارے لیے بھی دعائیں کی جائیں گی اور ہمیں بھی قبر کے اندھیرے حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر ہماری ڈگریاں، ہمارے عہدے، ہماری جائیدادیں، ہماری سیاسی وابستگیاں اور ہماری دنیاوی مصروفیات ہمارے کسی کام نہیں آئیں گی۔ صرف اعمال ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھیں کہ ۱۴۴۸ ہجرت صرف مکہ سے مدینہ جانے کا نام نہیں تھا بلکہ باطل سے حق کی طرف سفر کا نام تھا۔ گناہوں سے اطاعت کی طرف سفر کا نام تھا۔ ظلمت سے نور کی طرف سفر کا نام تھا۔ اگر ہم واقعی نئے ہجری سال کا استقبال کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اپنی زندگی میں ایک ہجرت کرنی ہو گی۔ گناہوں سے توبہ کی طرف ہجرت، غفلت سے بیداری کی طرف ہجرت، سستی سے عمل کی طرف ہجرت اور نفرت سے محبت کی طرف ہجرت۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہو گا کہ یہ سال فضولیات میں ضائع نہیں کریں گے۔ موبائل کی اسکرینوں پر گھنٹوں برباد کرنے کے بجائے قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط کریں گے۔ سوشل میڈیا کے جھگڑوں میں الجھنے کے بجائے علم حاصل کریں گے۔ دوسروں کی خامیاں تلاش کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کریں گے۔ بے مقصد گفتگو کے بجائے ذکرِ الٰہی کو اختیار کریں گے۔ یہ سال ہمیں قرآن کے قریب لے جانے والا سال ہونا چاہیے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امت کا سب سے بڑا المیہ یہ نہیں کہ اس کے پاس قرآن نہیں بلکہ یہ ہے کہ قرآن موجود ہونے کے باوجود وہ اس سے دور ہے۔ گھروں میں قرآن موجود ہے مگر دلوں میں نہیں۔ الماریوں میں قرآن موجود ہے مگر زندگیوں میں نہیں۔ تلاوت ہوتی ہے مگر عمل نہیں ہوتا۔ آج ہمیں یہ عہد کرنا ہو گا کہ قرآن کو اپنی زندگی کا رہنما بنائیں گے۔ روزانہ اس کی تلاوت کریں گے، اس کا ترجمہ پڑھیں گے، اس کے پیغام کو سمجھیں گے اور اسے اپنی زندگیوں پر نافذ کریں گے۔ اسی طرح یہ سال امت کے درد کو محسوس کرنے کا سال بھی ہونا چاہیے۔ فلسطین کے مظلوم بچے آج بھی انصاف کے منتظر ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان مشکلات کا شکار ہیں۔ کہیں جنگ ہے، کہیں بھوک ہے، کہیں ظلم ہے اور کہیں بے بسی مگر ہماری اکثریت اپنی ذاتی دنیا میں اس قدر گم ہو چکی ہے کہ امت کے زخموں کی ٹیس بھی محسوس نہیں کرتی۔ ایک زندہ امت کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اسے اپنے ہر فرد کا درد محسوس ہوتا ہے۔ اگر ہمارے دل امت

کے مسائل پر بے حس ہو چکے ہیں تو ہمیں اپنے ایمان کی کیفیت پر غور کرنا چاہیے۔

۱۴۴۸ ہجری نوجوانوں کے لیے بھی ایک پیغام لے کر آ رہی ہے۔ نوجوانی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ افسوس کہ آج یہی سرمایہ فضول مشاغل، بے مقصد تفریحات اور وقتی لذتوں کی نذر ہو رہا ہے۔ امت کے نوجوان اگر اپنی صلاحیتوں کو پہچان لیں تو وہ دنیا کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔ مگر اس کے لیے انہیں اپنی ترجیحات درست کرنا ہوں گی۔ یہ سال علم حاصل کرنے کا سال ہونا چاہیے۔ کتابوں سے دوستی کا سال ہونا چاہیے۔ کردار سازی کا سال ہونا چاہیے۔ خود اعتمادی پیدا کرنے کا سال ہونا چاہیے۔ امت کی خدمت کا سال ہونا چاہیے۔ علماء، دانشوروں، اساتذہ، صحافیوں اور سماجی کارکنوں کو بھی اس سال اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہو گا۔ معاشرہ صرف تنقید سے نہیں بنتا بلکہ تعمیری جدوجہد سے بنتا ہے۔ صرف شکایتیں کرنے سے حالات نہیں بدلتے بلکہ قربانیاں دینے سے تبدیلی آتی ہے۔ اگر ۱۴۴۸ ہجری ہماری زندگی کا آخری سال ثابت ہو گیا تو کیا ہم اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو سکیں گے؟ کیا ہمارے اعمال نامے میں اتنی روشنی ہے کہ قبر کا اندھیرا دور کر سکے؟ کیا ہمارے پاس اتنا سرمایۂ عمل ہے کہ روزِ قیامت ہماری نجات کا ذریعہ بن سکے؟ یاد رکھیں کہ یہ سوالات خوف پیدا کرنے کے لیے نہیں بلکہ بیداری پیدا کرنے کے لیے ہیں۔ کامیاب وہی ہے جو مرنے سے پہلے اپنی زندگی کا حساب لے لے۔ جو اپنی غلطیوں کو پہچان لے۔ جو اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ آج سال نو کی آمد ہمیں چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ اے امتِ مسلمہ! ابھی وقت باقی ہے۔ ابھی دروازے بند نہیں ہوئے۔ ابھی توبہ کا راستہ کھلا ہے۔ ابھی اصلاح کی گنجائش موجود ہے۔ ابھی تم اپنی زندگی بدل سکتے ہو۔ ابھی تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو۔ کوشش کیجیے کہ یہ سال محض مبارک بادوں کا سال نہ بنے بلکہ تبدیلی کا سال بنے۔ یہ سال صرف دعووں کا سال نہ بنے بلکہ عمل کا سال بنے۔ یہ سال صرف تمناؤں کا سال نہ بنے بلکہ جدوجہد کا سال بنے۔ یہ سال صرف منصوبوں کا سال نہ بنے بلکہ ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا سال بنے۔ آیئے سال نو کے آغاز پر ہم اپنے رب کے حضور سر جھکا کر یہ عہد کریں کہ ہم اپنے وقت کی حفاظت کریں گے، اپنی نمازوں کی پابندی کریں گے، قرآن سے تعلق مضبوط کریں گے، اپنے اخلاق کو بہتر بنائیں گے، امت کے درد کو محسوس کریں گے، علم حاصل کریں گے، گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اپنی زندگی کو اس طرح گزاریں گے کہ جب اگلا ہجری سال آئے تو ہمیں یہ احساس ہو کہ ہم نے صرف ایک سال نہیں گزارا بلکہ اپنی آخرت کے لیے ایک قیمتی سرمایہ جمع کیا ہے۔ کیونکہ سال بدلتے رہتے ہیں، مہینے گزرتے رہتے ہیں، تاریخ کے صفحات پلٹتے رہتے ہیں مگر کامیاب وہی ہوتا ہے جو وقت کے گزرنے سے پہلے خود کو بدل لیتا ہے۔ ورنہ ایک دن زندگی کی شام آ جاتی ہے، وقت کا چراغ بجھ جاتا ہے اور انسان حسرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کاش! میں نے اپنے رب کے لیے کچھ اور کر لیا ہوتا۔ ۱۴۴۸ ہجری کی آمد مبارک ہو مگر یاد رکھیے! کہ مبارک وہ سال نہیں جو شروع ہو جائے بلکہ مبارک وہ سال ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔

* کریم گنج،
پورن پور، پیلی بھیت، مغربی اترپردیش
iftikharahmadquadri@gmail.com

یکم محرم الحرام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی جغرافیائی حدود

یکم محرم الحرام کی تاریخ جہاں ہجرتِ مدینہ کے اس سبق کو تازہ کرتی ہے کہ حق کی خاطر قربانی دینا ہی اصل کامیابی ہے، وہاں ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بے مثال خلافت اور شہادت کی بھی یاد دلاتی ہے.

اس تحریر میں راقم الحروف محرم الحرام کی تاریخی حیثیت اور فضائل و کمالاتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پیش کرنے کی کوشش کرے گا.

پہلی محرم الحرام کی تاریخ اسلام اور مسلمانوں کے لیے صرف ایک نئے کیلنڈر کا آغاز نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے اندر گہری تاریخی، روحانی اور انتظامی اہمیت رکھتی ہے۔

اسلامی تاریخ کے آئینے میں یکم محرم کی اہمیت کو درج ذیل بنیادی نکات کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے:

اسلامی نئے سال (ہجری تقویم) کا آغاز

یکم محرم الحرام اسلامی (ہجری) سال کا پہلا دن ہے۔

اس کیلنڈر کی بنیاد نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے عظیم واقعے پر رکھی گئی ہے۔ ہجرت محض ایک سفر نہیں تھا، بلکہ یہ اسلام کی فتح، ایک آزاد اسلامی معاشرے کے قیام اور حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچنے کا نقطہ آغاز تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ایک باقاعدہ اسلامی کیلنڈر کی ضرورت محسوس ہوئی، تو صحابہ کرام کے مشورے سے ہجرت کے سال کو بنیاد بنا کر محرم الحرام سے نئے سال کا آغاز طے پایا۔

حرمت اور امن کا مہینہ

قرآن کریم میں جن چار مہینوں کو "اشھر حرم" (حرمت والے مہینے) قرار دیا گیا ہے، محرم الحرام ان میں سے ایک ہے۔

یکم محرم سے ہی اس متبرک مہینے کا آغاز ہوتا

از قلم: محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی بنوٹا، مہوتری، نیپال نائب ایڈیٹر: نیپال اردو ٹائمز

ہے، جس میں زمانہ جاہلیت سے لے کر اسلام کے بعد تک جنگ و جدل، خون خرابہ اور ظلم کو سخت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ دن دنیا کو امن، سلامتی اور احترام کا پیغام دیتا ہے۔

احتسابِ نفس اور نئے روحانی سفر کا آغاز

روحانی نقطہ نظر سے یکم محرم مسلمانوں کے لیے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

جیسے دنیاوی سال کے آغاز پر لوگ نئے منصوبے بناتے ہیں، ویسے ہی یکم محرم کو مسلمان گزرے ہوئے سال کے گناہوں اور کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہیں اور آنے والے سال کو تقویٰ، عبادات اور انسانیت کی خدمت میں گزارنے کا نیا عزم کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

یکم محرم الحرام تاریخِ اسلام کے ایک انتہائی دردناک اور عظیم سانحے کی یادگار بھی ہے۔

مسلمانوں کے دوسرے خلیفہِ راشد، "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ" پر ۲۶ ذوالحجہ کو نمازِ فجر کے دوران ابو لولو فیروز (مغیرہ بن شعبہ کے پارسی غلام) نے خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

آپ شدید زخمی ہوئے اور تین دن بعد، یکم محرم الحرام کو جامِ شہادت نوش کر کے دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی شہادت نے اسلامی تاریخ پر گہرے اثرات چھوڑے اور آپ کا دورِ خلافت عدل و انصاف، شاندار فتوحات اور مثالی انتظامی نظام کا سنہری دور کہلاتا ہے۔

فضائل و کمالات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کی عدل و انصاف، شجاعت، اور تدبر کی گواہی نہ صرف مسلم تاریخ بلکہ غیر مسلم مؤرخین بھی دیتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے "فاروق" (حق اور باطل میں فرق کرنے والا) کا لقب عطا فرمایا۔

قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں آپ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں فضائل:

مرادِ رسول ﷺ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اسلام آوری خود رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس کے ذریعے اسلام کو عزت و قوت عطا فرما۔" (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے یہ شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بخشا۔

آپ کی آمد سے اسلام کو تقویت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے قبل مسلمان مکہ میں چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو حوصلہ ملا۔، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب سے عمر اسلام لائے، ہم برابر طاقتور رہے اور ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کے قابل ہو گئے۔" قرآن کی تائیدات اور موافقاتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فہم کا یہ عالم تھا کہ متعدد مرتبہ انہوں نے جس رائے کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس کی تائید فرمائی۔ ان امور کو تاریخ میں "موافقاتِ عمر" کہا جاتا ہے۔ جیسے:

مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانا۔

امہات المؤمنین (حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے لیے پردے کے احکامات۔

بدر کے قیدیوں کے متعلق رائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ کی روشنی میں مقام و مرتبہ

احادیثِ مبارکہ میں آپ کے فضائل بکثرت بیان ہوئے ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میری امت میں کوئی 'محدث' (جس کی زبان پر اللہ کی طرف سے حق جاری ہو) ہو سکتا ہے، تو وہ عمر ہیں۔" (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔" (جامع ترمذی)

(واضح رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر جس راستے پر تم چلتے ہو، شیطان وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔" (صحیح بخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی تقویٰ، سادگی اور غیرتِ ایمانی کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جو قیامت تک آنے والے حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اور جغرافیائی حدود

یکم محرم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن بھی ہے، اس لیے اس موقع پر آپ کی خلافت کے ان کارناموں کو یاد کیا جاتا ہے جنہوں نے اسلامی دنیا کا نقشہ بدل دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ دوسرے خلیفہ راشد بنے۔

آپ کا ۱۰ سالہ دورِ حکومت (۶۳۴ء سے ۶۴۴ء) تاریخِ اسلام کا وہ سنہرا دور ہے جس

میں اسلامی سلطنت نے غیر معمولی وسعت اختیار کی۔ آپ کے دور میں دنیا کی دو بڑی سپر پاورز، یعنی سیسانی سلطنت (ایران) اور بازنطینی سلطنت (روم) کا ایک بڑا حصہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

یہ سلطنت تین براعظموں (ایشیائے کوچک، افریقہ اور یورپ کے مضافات) تک پھیل گئی تھی۔

فتح ہونے والے اہم علاقے اور موجودہ ممالک

اگر موجودہ جغرافیے کے حساب سے دیکھا جائے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مندرجہ ذیل ممالک یا ان کے بڑے حصے اسلامی سلطنت کا حصہ بنے:

سعودی عرب اور خلیجی ممالک: پورا جزیرہ نما عرب (بشمول یمن، عمان، متحدہ عرب امارات وغیرہ)۔

عراق اور ایران: پوری ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور یہ دونوں ملک مکمل طور پر شامل ہوئے۔

شام، اردن، لبنان اور فلسطین: بازنطینی سلطنت کو شکست دے کر یہ پورا خطہ (جسے بلادِ شام کہا جاتا ہے) فتح ہوا، بشمول بیت المقدس۔

مصر: افریقہ کا دروازہ کھلا اور پورا مصر اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔

لیبیا: مصر کے ساتھ ساتھ شمالی افریقہ کے کچھ حصے بھی فتح ہوئے۔

آرمینیا اور آذربائیجان: قفقاز کے پہاڑی سلسلے تک سلطنت پھیل گئی۔ (وکیپیڈیا)

سلطنت کتنی دور تک پھیلی ہوئی تھی؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ۱۰ سالہ دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کی وسعت کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے:

کل رقبہ: تقریباً ۲۲ لاکھ مربع میل (موجودہ دور کے حساب سے کئی بڑے ممالک کے مجموعے سے بھی بڑا رقبہ)۔

جغرافیائی حدود:

یہ سلطنت مغرب میں لیبیا کے ریگستانوں سے لے کر، مشرق میں دریائے سندھ اور وسطی ایشیا کی حدود تک، اور شمال میں آرمینیا سے لے کر جنوب میں یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔

آپ کے دور میں تقریباً ۱۰۳۶ شہر فتح ہوئے اور ایک ایسا عادلانہ نظام قائم ہوا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ نے دنیا کا پہلا منظم ڈاک کا نظام قائم کیا۔

بیت المال (پبلک ٹریژری) کا باقاعدہ محکمہ بنایا۔

راتوں کو گلیوں میں گشت کر کے رعایا کے احوال معلوم کرنے کی روایت قائم کی۔

ان کے علاوہ بہت سے فضائل و کمالات اور کارنامے ہیں جو کتب سیر میں بالتفصیل درج ہیں.

یکم محرم الحرام ۱۴۴۸ھ
۲۰۲۶/۰۶/۱۷ بروز بدھ

منقبت

امام عالی مقام
رضی اللہ عنہ

خدا کی راہ میں پرچم اٹھا رہے ہیں حسین
قدم کو جنگ کی جانب بڑھا رہے ہیں حسین

وہ اپنا وعدہ نبھانے کو آ گئے کربل
رضائے حق کے لیے سر کٹا رہے ہیں حسین

یزیدی فوج کے لاشوں کے ڈھیر تھے ہر سو
حسینی فوج کو آگے بڑھا رہے ہیں حسین

کسی سے دیکھا نہ جاتا تھا ایسا تھا منظر
کہ اپنے بیٹے کا لاشہ اٹھا رہے ہیں حسین

ذرا سی فوج کے تحسین حوصلے تھے بہت
بڑی ہی شان سے کربل میں آ رہے ہیں حسین

فقط والسلام

محمد تحسین رضا قادری رفاعی سہروردی
خانقاہ قادریہ محمد نگر گنگا گھاٹ اناؤ
۹۸۳۸۰۹۹۷۸۶

عالمی قرضوں کا بحران اور ترقی پذیر ممالک کی مشکلات

تحریر: اللہ نواز خان
allahnawazk012@gmail.com

قرضوں کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک کی مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ قرضوں کے جال میں پھنسا کر بہت سے ممالک کی معیشتوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ انتظامی امور کو بھی کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ قرضے ایک سنگین مسئلہ بن چکے ہیں۔ قرض تقریبا تمام ممالک لیتے ہیں لیکن مسائل کمزور ممالک کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک معاشی طور پر مستحکم ہوتے ہیں، ان کے لیے قرضہ مسئلہ نہیں بنتا۔ غریب اور ترقی پذیر ممالک کے لیے قرض معاشی اور دیگر مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ عالمی بینک، آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں کی رپورٹس کے مطابق ترقی پذیر ممالک قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ ترقی پزیر ممالک کو معیشتیں چلانے، ترقیاتی منصوبوں کو مکمل کرنے اور مالیاتی خسارے پر قابو پانے کے لیے مسلسل بیرونی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ قرض پر چلنے والی معیشتیں ہمیشہ مسائل کا شکار رہتی ہیں۔ کوئی ملک اگر قرض حاصل کرتا ہے تو اس کو قرض دینے والی کی شرائط بھی تسلیم کرنا پڑتی ہیں۔ مقروض ممالک ٹیکسز میں اضافہ، مہنگائی میں اضافہ، فنڈز میں کٹوتی جیسی شرائط تسلیم کر کے ملک کی خود مختاری کو کمزور کرتے ہیں۔ اکثر اوقات اس قسم کی شرائط بھی تسلیم کر لی جاتی ہیں، جن کا عام حالات میں سوچنا بھی تصور نہیں کیا جاتا۔ سیاسی طور پر بھی مداخلت بڑھ جاتی ہے، جس کا نقصان مقروض ملک کو ہوتا ہے۔ من پسند حکمرانوں کو حکومت دے کر قرض دینے والے ممالک اپنی مرضی کی پالیسیاں بنوا کر نافذ کر دیتے ہیں۔ قرض لینے والے ممالک میں کرپشن، میرٹ کی پامالی سمیت کئی قسم کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

کچھ ممالک صنعتوں کے لحاظ سے مضبوط ہوتے ہیں اور کچھ ممالک میں معدنیات موجود ہوتی ہیں۔ صنعتوں اور معدنیات سے ملک معاشی طور پر مضبوط ہوتا ہے۔ خلیجی ممالک میں تیل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان ممالک کی معیشت مضبوط ہے۔ جرمنی، جاپان کے علاوہ کئی ممالک میں صنعتی خوشحالی ہے۔ کئی ممالک میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے مسائل پائے جاتے ہیں، حالانکہ معدنیات سمیت کئی قسم کے خزانے موجود ہوتے ہیں۔ جنگوں کی وجہ سے بھی معاشی دھچکا پہنچتا ہے۔ دیگر بھی کئی قسم کے مسائل ہیں جن کی وجہ سے ممالک معاشی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مختلف مسائل کی وجہ سے ان ممالک کو قرض کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرض دینے والے ان ممالک کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بھاری سود کے عوض قرض دیا جاتا ہے۔ مقروض ملک اکثر اوقات قرض کی قسط ادا کرنے کے لیے مزید قرض لیتا ہے۔ قرض در قرض کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے اور وہ ملک کبھی بھی معاشی صورتحال کو بہتر نہیں کر سکتا۔ قرض معاشی استحکام اور قومی خود مختاری کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ قرض لینے والے ممالک اکثر اپنے ترقیاتی منصوبے پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچا پاتے۔ رقم کی کمی صحت، تعلیم اور دیگر بنیادی ضروریات کے فنڈز میں کٹوتی کر کے پوری کی جاتی ہے۔ اس قسم کے مسائل سے مزید مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرض لیا جائے لیکن بہتر منصوبہ بندی سے خرچ کیا جائے تو ملک ترقی کر سکتا ہے۔ دوسری صورت میں قرض لینے والا ملک ہمیشہ مقروض رہے گا اور معاشی کمزوری کا بھی سامنا کرتا رہے گا۔

ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے ۱۲۲ ممالک خطرناک حد تک قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ کئی ممالک کی تو معاشی حالت انتہائی خراب ہے۔ قرضے کی وجہ سے سرمایہ کاری متاثر ہوتی ہے، حالانکہ سرمایہ کاری سے کسی بھی ملک کی معیشت کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ قرض لے کر ملک کی معیشت کو مزید کمزور کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عوامی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ معاشی لحاظ سے کمزور ممالک جب تک قرض سے چھٹکارا نہیں پاتے، اس وقت تک معاشی استحکام کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ بہتر پالیسیاں بنا کر قرض سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ برآمدات میں اضافہ اور درآمدات میں کمی کی جائے۔ لوکل انڈسٹریز کا فروغ لازما کرنا چاہیے۔ ملک میں موجود فیکٹریوں کو سبسڈی اور دیگر سہولیات دے کر معیشت کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ موبائل، گاڑیاں، الیکٹرانکس کا سامان اور دیگر مصنوعات ملکی طور پر تیار کی جائیں۔ مشینری بھی ملک کے اندر تیار کی جانی چاہیے اور مصنوعات کا معیار بھی بہتر ہو۔ اگر معیاری مصنوعات تیار کی جائیں گی تو ان کی عالمی منڈی میں بہتر قیمت مل سکے گی۔ ٹیکس کا نظام بہتر بنانا چاہیے اور ٹیکس نیٹ ورک کی توسیع بھی لازمی ہونی چاہیے۔ ٹیکس سسٹم کو ڈیجیٹل پر منتقل کیا جائے اور ٹیکس کی شفافیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ امیر سے براہ راست ٹیکس وصولی کا انتظام کیا جائے۔ کمزور طبقات کے لیے سبسڈی کا نظام ہونا چاہیے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ملکی سرمایہ کاروں کو بھی سہولیات دی جائیں، تاکہ ملک میں سرمایہ کاری سے خوشحالی پیدا ہو سکے۔ جن ممالک میں کرپشن زیادہ ہو وہ ملک بھی معاشی طور پر مضبوط نہیں ہو سکتے۔ کرپشن کا خاتمہ ضروری ہے ورنہ کوئی بھی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ جن ممالک کے پاس بہترین زرعی رقبے ہیں، اگر زراعت کے شعبے پر توجہ دی جائے تو معیشت مستحکم ہو سکتی ہے۔ معدنیات کو بھی استعمال میں لایا جائے۔ کئی ممالک میں قیمتی معدنیات کے ذخائر موجود ہوتے ہیں، لیکن ان کو استعمال میں نہ لا کر معاشی بدحالی برداشت کی جا رہی ہوتی ہے۔ بہت سے ذرائع ہیں جن کی وجہ سے کوئی بھی ملک اپنی معیشت کو مضبوط کر کے قرضوں کے جال سے نکل سکتا ہے۔

قرض کا بحران سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ کرونا وبا نے بھی عالمی معاشی نظام کو زبردست نقصان پہنچایا۔ بہت سے ممالک اس وبا کی وجہ سے معاشی طور پر کمزور ہو گئے۔ قرضوں کا بحران بہت سے ممالک کی ترقی کو روک رہا ہے۔ معاشی لحاظ سے کمزور ممالک متحد ہو کر خود مختار ہو سکتے ہیں۔ قرض کی رقم بہتر منصوبوں پر استعمال کرنے سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر تعلیم کا بجٹ زیادہ ہونا چاہیے۔ اگر تعلیم پر زیادہ رقم خرچ کی جائے تو مستقبل میں معاشی انقلاب آ سکتا ہے۔ تعلیم کے علاوہ دیگر بہتر منصوبوں پر سرمایہ خرچ کیا جائے، جس کا فائدہ لازما ہو گا۔ یہ کہنا ضروری ہے کہ فوری طور پر قرضوں سے نجات حاصل نہیں کی جا سکتی، آہستہ آہستہ اس بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ قرض کسی ایک ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ بے شمار ممالک کا مسئلہ ہے۔ بہتری کے لیے کام نہ کرنے والے ممالک ہمیشہ ابتر صورتحال کا سامنا کرتے رہیں گے۔ قرض جیسے بحران کا مقابلہ کرنا آسان نہیں لیکن ناممکن نہیں۔ کوشش سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔

فخر القرا حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ اعظمی مبارک پوری ایک مایۂ ناز مدرس کی حیثیت سے

محمد معاذ قادری مصباحی
مبارک پوری

فخرُ القراء حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ اعظمی مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مایۂ ناز مدرس، باوقار منتظم، بلند پایہ عالمِ دین اور فنِ قرأت و تجوید کے بے مثال امام تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو ایسے گوناگوں اوصافِ حمیدہ سے نوازا تھا کہ آپ کی ذاتِ گرامی علم و عمل، درس و تدریس و تربیت، انتظام و انصرام اور اخلاص و للّٰہیت کا حسین مرقع بن گئی تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی قرآنِ کریم کی خدمت، علومِ دینیہ کی اشاعت اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی ترقی و استحکام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قدیم اساتذہ میں آپ کا شمار نہایت ممتاز اور نمایاں حیثیت سے ہوتا ہے۔ آپ جہاں ایک بہترین مجوّدِ قرآن، سحر بیان مقرر اور نظم و نسق کے ماہر منتظم تھے، وہیں ایک باکمال، باصلاحیت اور ہمہ جہت مدرس بھی تھے۔ آپ کی درسگاہِ فیض سے ہزاروں طلبہ نے کسبِ فیض کیا اور آج دنیا کے مختلف خطوں میں دینِ متین اور مسلکِ اہلِ سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اگرچہ عوام و خواص کے درمیان آپ "قاری صاحب" کے لقب سے مشہور تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ محض ایک قاری نہ تھے بلکہ علومِ اسلامیہ کے ایک جید عالم، صاحبِ نظر مدرس اور علمی و فکری رہنما تھے۔ دورِ حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ میں تین شخصیات ایسی تھیں جنہیں مخصوص القابات سے یاد کیا جاتا تھا اور اہلِ جامعہ فوراً سمجھ جاتے تھے کہ کس بزرگ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ "حافظ جی" سے مراد رئیس المتکلمین حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، "مفتی صاحب" سے مراد بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور "قاری صاحب" سے مراد فخرُ القراء حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ یہ تینوں حضرات اپنے عہد کے ممتاز علماء اور علمی دنیا کے درخشاں ستارے تھے۔

حضرت قاری صاحب جب تک مدرس رہے درس نظامی و شعبۂ قرأت کے ماہر مدرس رہے۔

اس وقت میرے سامنے نقشہ مظہر تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہے۔ ۱۳۶۶ سے ۱۳۶۷ھ میں درس نظامی کا درس دیتے رہے۔

حضرت قاری صاحب محض صرف قاری ہی نہیں بلکہ ادب، منطق، تفسیر، حدیث کے باقاعدہ ایک ماہر مدرس کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۶۲ء تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر انتظامیہ نے آپ کو ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز کیا۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نظم و نسق کو بہتر بنانے میں لگ گیے۔ آپ کے دور نظامت میں اشرفیہ کو خوب مالی فائدہ کرایا، آپ ہی کے دور نظامت میں زمین کی خریداری بھی خوب ہوئی۔ نظامت کا یہ سلسلہ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۸ء (۱۶ سال) تک رہا۔ نہایت ہی ایمان داری کے ساتھ اس منصب کو نبھایا اور مدرسہ اشرفیہ سے جامعہ اشرفیہ تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

مختصراً یہ کہ فخرُ القراء حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ اعظمی مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ علم، عمل، اخلاص، تدریس، تربیت اور حسنِ انتظام کا روشن باب ہے۔ آپ نے ایک طرف ہزاروں تشنگانِ علم کو سیراب کیا اور دوسری طرف جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی میں ایسی یادگار خدمات انجام دیں جنہیں تاریخِ اشرفیہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کی شخصیت اساتذۂ اشرفیہ کے لیے نمونۂ عمل اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فخرُ القراء رحمۃ اللہ علیہ کی قبرِ انور کو نور سے بھر دے، درجات کو بلند فرمائے، ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کو تا قیامت جاری رکھے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

از قلم ________ خاک پائے فخر القرا
محمد معاذ قادری مصباحی مبارک پوری
۲۵/ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ
مطابق ۱۲/جون ۲۰۲۶ء

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

درودِ پاک: رحمتوں، برکتوں اور سکونِ قلب کا عظیم خزانہ

از قلم:
ڈاکٹر محمد عبدالسمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر مولانا آزاد کالج اورنگ آباد
حال مقیم: فندق صفاطیبہ روبرو
مسجد نبوی مدینہ منورہ

انسانی زندگی آج بے شمار پریشانیوں، ذہنی دباؤ، بے سکونی اور روحانی خلا کا شکار ہے۔ ترقی کی چمکتی ہوئی دنیا میں دلوں کا سکون کہیں گم سا ہو گیا ہے۔ لوگ مال و دولت کے انبار رکھنے کے باوجود اطمینانِ قلب سے محروم ہیں۔ ایسے نازک دور میں اسلام انسان کو ایک ایسا عظیم روحانی نسخہ عطا کرتا ہے جو دلوں کو سکون، زندگی کو برکت اور روح کو نور بخشتا ہے، اور وہ ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا۔

درودِ پاک صرف چند الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ بندۂ مؤمن اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محبت، عقیدت اور وفاداری کا حسین ترین رشتہ ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ خود اپنے فرشتوں کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

یعنی بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔

یہ آیت اس عبادت کی عظمت کے لیے کافی ہے کہ جس عمل میں ربّ کائنات اور فرشتے شریک ہوں، وہ عمل کس قدر عظیم ہوگا۔

احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ جب بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت، مغفرت اور خیر کی دعائیں کرتے ہیں۔

گویا درود پڑھنے والا انسان تنہا نہیں رہتا بلکہ آسمانوں کی پاکیزہ مخلوق اس کے لیے دعا گو بن جاتی ہے۔

آج انسان ہر طرف سفارش اور تعلقات تلاش کرتا ہے، مگر وہ اس حقیقت سے غافل ہے کہ اگر وہ درود شریف کو اپنی زندگی کا معمول بنا لے تو فرشتوں کی دعائیں اس کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ یہ دعائیں رزق میں وسعت، بیماریوں سے حفاظت اور دل کے سکون کا سبب بنتی ہیں۔

اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں، پریشانیاں ختم نہیں ہوتیں اور زندگی میں آسانیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ اسلامی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ درود شریف دعاؤں کی قبولیت کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درودِ پاک دعا کو بارگاہِ الٰہی تک پہنچانے کا وسیلہ بنتا ہے۔

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے درود شریف کو اپنا معمول بنایا اور ان کی بگڑی ہوئی زندگیاں سنور گئیں۔ پریشانیاں دور ہوئیں، راستے کھل گئے اور دلوں میں عجب سکون اتر آیا۔

درود شریف صرف روحانی سکون ہی نہیں دیتا بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی برکتوں کا سبب بنتا ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت عطا فرماتا ہے۔

آج معاشرہ معاشی تنگی، بے روزگاری اور گھریلو پریشانیوں سے دوچار ہے۔ لوگ مختلف تدبیریں اختیار کرتے ہیں مگر روحانی اسباب سے غافل رہتے ہیں۔ درود شریف اللہ کی رحمتوں کو متوجہ کرتا ہے اور زندگی میں خیر و برکت پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح نیک اور صالح اولاد کی دعا کرنے والوں کے لیے بھی درود شریف ایک عظیم روحانی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام "الحمید المجید" جو درودِ ابراہیمی میں وارد ہوئے ہیں، ان میں بڑی برکت پوشیدہ ہے۔

اسلام نے والدین کے حقوق کو بے حد اہمیت دی ہے۔ درود شریف ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے والدین کے لیے بھی خیر و برکت کا سامان کر سکتا ہے۔ بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ جب اولاد درود شریف پڑھتی ہے اور اپنے والدین کو ایصالِ ثواب کرتی ہے تو یہ ان کے لیے عظیم تحفہ بنتا ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ دنیاوی تحائف پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہیں مگر اپنے والدین کو وہ تحفہ نہیں دیتے جو قبر میں ان کے لیے روشنی بن سکے۔ درود شریف ایسی نیکی ہے جس کا اجر زندہ اور وفات یافتہ دونوں کو پہنچتا ہے۔

درودِ پاک وفات یافتہ عزیزوں کے لیے بھی باعثِ رحمت ہے۔ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے مگر اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں اولاد یا متعلقین کا پڑھا ہوا درود اس کے لیے رحمت، مغفرت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

آج ہمارے قبرستان خاموش ضرور ہیں مگر وہاں سوئے ہوئے لوگ ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اگر ہم روزانہ کچھ وقت درود شریف اور دعا کے لیے مخصوص کر لیں تو یقیناً یہ ہمارے مرحومین کے لیے عظیم سرمایہ ہوگا۔

نماز اسلام کا ستون ہے اور درود شریف نماز کی خوبصورتی۔ فقہائے امت نے لکھا ہے کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا نہایت اہم ہے۔ درود کے بغیر نماز کی روح ادھوری محسوس ہوتی ہے۔

درحقیقت جو دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو، وہ عبادت کی حقیقی لذت سے بھی محروم رہتا ہے۔ درود شریف انسان کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تازہ کرتا ہے، اور یہی عشق ایمان کی اصل روح ہے۔

آج سوشل میڈیا، مادہ پرستی اور دنیا کی دوڑ نے انسان کے دل کو سخت کر دیا ہے۔ غصہ، نفرت، حسد اور بے چینی عام ہو چکی ہے۔ ایسے ماحول میں درود شریف دل کے لیے نور اور روح کے لیے غذا ہے۔

جو شخص کثرت سے درود پڑھتا ہے، اس کے اخلاق میں نرمی، زبان میں مٹھاس اور دل میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے رحمت بن جاتا ہے کیونکہ وہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا رہتا ہے جو پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔

ہر مسلمان اگر روزانہ چند منٹ نکال کر درود شریف کا معمول بنا لے تو اس کی زندگی بدل سکتی ہے۔ چلتے پھرتے، سفر میں، کام کے دوران، مسجد میں، گھر میں، صبح و شام، ہر وقت زبان کو درود سے تر رکھا جا سکتا ہے۔

خصوصاً جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جس میں نہ مال خرچ ہوتا ہے، نہ جسمانی مشقت، مگر اجر اتنا عظیم ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ درودِ پاک محض ایک وظیفہ نہیں بلکہ محبت، وفاداری، سکون، رحمت اور نجات کا عظیم پیغام ہے۔ یہ وہ نور ہے جو زندگی کے اندھیروں کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی مصروف اور بے سکون زندگیوں میں درود شریف کو جگہ دیں۔ اپنے گھروں، اپنی اولاد، اپنی دعاؤں، اپنی نمازوں اور اپنی محفلوں کو درودِ پاک سے معطر کریں۔ یقین جانیے، جس دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور زبان پر درود شریف ہو، وہاں مایوسی زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے ہماری دنیا و آخرت سنوار دے۔ آمین۔

موبائل: ۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

اسلامی ماہ و سال ایثار کے آئینہ دار

سالِ نو ۱۴۴۸ء عزم و یقین کا پیغام

غلام مصطفیٰ رضوی
[نوری مشن مالیگاؤں]

اسلام عظیم دین ہے۔ فطرت کے عین مطابق ہے۔ آسمانی مذہب ہے۔ سب سے بہتر، پسندیدہ اور چُنا ہوا دین ہے۔ اسی کی تبلیغ انبیاے کرام علیہم السلام نے کی۔ رسولانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قوموں کو اسی کی طرف بلایا۔ اسی دین کی تکمیل خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد اور نزولِ قرآن سے ہوئی۔

تمام باطل قومیں دینِ اسلام سے خوف زدہ ہیں۔ صلیبی جنگوں کی پشت پر بھی یہی پہلو نمایاں تھا کہ: اگر اسلام غالب آگیا تو عیسائیت کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا دیگر مذاہب جو اپنی اصل شکل کھو چکے ہیں ان کا وجود باقی رہے گا؟ غلبۂ اسلام کے خوف سے تمام باطل قوتیں یکجا ہو گئیں۔ سب متحد ہو گئے۔ اسلام کے خلاف صَف آرا ہو گئے۔ سب نے صرف اسلام کے قصرِ رفیع کو ہدف بنایا۔ ہر طرح سے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کی۔ فکری اعتبار سے۔ تمدنی و تہذیبی لحاظ سے۔ معاشرتی و تعلیمی رُخ سے۔ لیکن تمام کوششیں ان معنوں میں شکست سے دوچار ہوئیں کہ اسلام اپنی اصل شکل میں باقی رہا اور اس کا حق ہونا مثلِ آفتاب پورے عالم پر واضح ہے۔

دین کی سچائی سے تمام باطل طاقتیں خوف زدہ رہیں۔ اور ان کی سازشیں روز بروز بڑھتی رہیں۔ دین کی حفاظت کے لیے قربانیوں کی بزم آراستہ کی گئی۔ اس رُخ سے ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے اسلامی سال کا آغاز بھی قربانیوں سے ہوتا ہے اور اختتام بھی قربانیوں پر۔ لیکن افسوس کہ ہم سے جذبۂ قربانی و ایثار رُخصت ہو گیا۔ ہمیں دیگر اہم پہلو تو یاد رہے؛ جذبۂ ایثار بھول گئے؛ ضروری چیزیں توجہ میں رہیں لیکن جدوجہد کا حکم و اَمر فراموش کر بیٹھے۔ دین کی بقا و اقامت کے لیے عائد ذمہ داریاں فراموش کر بیٹھے۔

[۱] ماہِ محرم الحرام پہلا اسلامی مہینہ ہے۔ نئے اسلامی سال ۱۴۴۸ھ کی آمد آمد ہے۔ جس کا آغاز ہی شریعتِ اسلامی کے تحفظ کے لیے میدانِ کربلا میں پروردۂ آغوشِ مصطفیٰ؛ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثل قربانی سے ہوتا ہے۔ گویا یہ درسِ جمیل ہے کہ شریعت کا اصل چہرہ مسخ کرنے کی جہاں کوشش ہو وہاں ہر طرح کی قربانی دے کر شریعت کے تحفظ کو فائق رکھا جائے۔ یزید نے شریعت پر کربلا میں حملہ کیا اور ہند میں مشرکین شریعت پر حملے کر رہے ہیں؛ ہمیں کسی ایسے قانون سے اتفاق نہیں جو قانونِ اسلامی سے متصادم ہو۔ جو طبیعت کی اختراع ہو؛ ہم خدائی قوانین کے پابند ہیں؛ شریعت پر یقینِ کامل رکھتے ہیں۔

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مِری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لَے تو حجازی ہے مِری

[۲] اسلامی سال کا اختتام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے راہِ خدا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی سے ہوتا ہے؛ جس کی یاد ہر سال تازہ کی جاتی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کی یادگار کو باقی رکھ کر ہمیں دین کے لیے قربانیوں کی فکر عطا کی؛ کہ جب بھی دین پر وقت آئے ایثار کی مثالیں پیش کر دی جائیں۔

[۳] وہ مردِ جلیل جس کی شجاعت نے قیصر و کسریٰ کو سرنگوں کر دیا۔ جس کے عدل و انصاف نے دُنیا کو ستم کی آندھیوں سے بچایا اور ایوانِ کفر میں زلزلہ برپا کیا۔ خلیفۂ دوم حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔ جن کی رہ گزر سے شیطان بھی دور بھاگتا ہے۔ جن کی شوکت کا رعب آج بھی اہلِ کلیسا پر طاری ہے۔ جن کی شہنشاہیت کا دبدبہ پوری یہودی و عیسائی سوسائٹی پر ہے۔ جن کے کارہائے نمایاں نے اسلام کے قصرِ رفیع کو استحکام بخشا؛ ان کی شہادت بھی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ ایسے مردِ جلیل کے لہو کی بہاروں سے اسلام کا گلشن مہک رہا ہے۔ ان کے نظام کی تمکنت آج بھی باقی ہے اور مشعلِ راہ۔

[۴] اسی اختتامی ماہ ذی الحجہ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ شہید کرنے والے وہی لوگ تھے جو بظاہر کلمہ گو تھے؛ لیکن نظامِ اسلام سے منحرف تھے؛ وہ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ تھے؛ جنھوں نے عظیم صحابی خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اسلام مخالف قوتوں کو فائدہ پہنچایا۔ جب کہ ایثارِ عثمانی نے یہ واضح کر دیا کہ دین کے نظام میں کسی بھی سمجھوتہ کی گنجائش نہیں۔ دین کی بہاریں لہو خیزی سے قائم رہیں گی۔

ان تمام واقعات میں ایک ہی درس ہے؛ اسلام و شریعت کے تحفظ کے لیے ایثار کے دیپ جلائے جائیں۔ قربانیوں کی بزم آراستہ کی جائے۔ جان وار دی جائے لیکن خلافِ شریعت کسی بھی طرح کا سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ باطل سے خوف زَدہ ہونا مومن کی شان نہیں۔ اور جذباتی فیصلوں سے بھی گریز کیا جائے؛ بلکہ اپنا آئیڈیل اپنے اسلاف کو بنایا جائے جن کی قربانیوں نے چمنِ اسلام کو شاداب رکھا؛ جن کے طرزِ حکمرانی نے قیصر و کسریٰ کو گھٹنوں بٹھایا۔ اپنے اندر جو کمیاں ہیں وہ اسلاف کی مبارک زندگیوں سے درس لے کر دور کی جائیں اور ایثار کے جذبۂ صالح کو تازہ کر کے قوم کے مضمحل جسم میں ایمان کی حرارت و توانائی دوڑا دی جائے۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

٭٭٭

"اسلام نے دنیا کو خواتین کے تحفظ، کفالت اور سرپرستی کا جامع نظام عطا فرمایا"

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

اسلام نے عورت کو محض ایک سماجی اکائی کے طور پر نہیں بلکہ انسانی معاشرے کے باوقار اور بنیادی ستون کی حیثیت عطا فرمائی۔ دینِ اسلام نے عورت کی زندگی کے ہر مرحلے میں اس کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے واضح اصول مقرر کیے ہیں۔ یہ نظام کسی غیر تسلی بخش آزادی کی سلب و تعمیر پر مبنی نہیں بلکہ ذمہ داری، کفالت، رحمت اور جواب دہی کے اعلیٰ اسلامی تصورات پر استوار ہے۔

خاندانی نظام کی اہمیت:

موجودہ دور میں جب خاندانی نظام کمزور ہو رہا ہے، بزرگ خواتین تنہائی کا شکار ہو رہی ہیں اور سماجی عدم تحفظ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ایسے سنگین حالات میں دینِ اسلام کا معتدل اور فطری نظامِ خواتین کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ اسلام خاندان کو صالح معاشرے کا بنیادی اکائی قرار دیتا ہے جہاں ہر فرد کے حقوق و فرائض متعین ہیں۔

مرد کی قوامیت (سرپرستی):

اسلام میں سرپرستی (قوامیت و ولایت) کا تصور استبداد یا مغلوبیت کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے جس کے ذریعے مرد کو عورت کی کفالت، حفاظت اور ضروریات کی تکمیل کا پابند بنایا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کی رو سے مردوں کو عورتوں پر "قوام" اس لیے بنایا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جسمانی اور معاشی کفالت کی صلاحیتوں میں فضیلت دی ہے اور وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

مختلف رشتوں میں عورت کا تحفظ:

بیٹی کی حیثیت سے: شریعتِ مطہرہ نے باپ کو اس امر کا مکلف قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی جسمانی، اخلاقی، دینی اور معاشرتی پرورش بہترین انداز میں کرے اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، وہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (قریب) ہوگا۔

بہن کی حیثیت سے: اگر والد کی وفات ہو جائے تو دینِ اسلام خاندان کے قوام مرد (بھائی) کو اپنی بہنوں کی کفالت اور حفاظت کا مکلف قرار دیتا ہے۔

بیوی کی حیثیت سے: نکاح کے بعد لڑکی کی ذمہ داری شوہر کو منتقل ہو جاتی ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کے امان کے ساتھ اپنے نکاح میں لیا ہے۔

ماں کی حیثیت سے: ماں کی خدمت کو جنت کے حصول کا مؤثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اولڈ ایج ہومز (Old Age Homes) میں والدین کو چھوڑ دینا اسلامی تعلیمات سے انحراف ہے۔ اولاد پر لازم ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہونے پر والدین کی جسمانی، معاشی، نفسیاتی اور جذباتی ضروریات کا بھرپور خیال رکھیں۔

خلاصہ کلام:

یہ مضمون اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسلام کا نظامِ قوامیت مرد کی برتری کا اعلان نہیں بلکہ اس پر عائد ہونے والی شرعی، اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں کا عہد نامہ ہے۔ آخر میں دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

٭ عظمت محرم، اہل بیت اور پیغام کربلا ٭

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

اللہ رب العزت نے زمان و مکان کی تخلیق کے ساتھ بعض اوقات اور بعض مقامات کو خصوصی فضیلت، برکت اور تقدس عطا فرمایا ہے۔ سال کے بارہ مہینوں میں چند مہینے ایسے ہیں جنہیں شریعتِ مطہرہ میں غیر معمولی عظمت اور حرمت حاصل ہے۔ انہی مبارک مہینوں میں محرم الحرام بھی شامل ہے، جو اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خصوصی احترام اور تقدس کا حامل ہے۔ اس مہینے کی آمد دراصل ایک نئے سال کا آغاز ہی نہیں بلکہ ایمان، احتساب، قربانی، وفاداری اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہر طرح کی آزمائش کو قبول کرنے کے عزم کی تجدید کا پیغام بھی ہے۔ قرآنِ کریم نے جن چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا ہے ان میں محرم الحرام نمایاں مقام رکھتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہینے کو "شہر اللہ" یعنی اللہ کا مہینہ فرمایا۔ یہ نسبت ہی اس مہینے کی عظمت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرما دے اس کا شرف اور بڑھ جاتا ہے۔ اس مہینے میں عبادات، ذکر و اذکار، توبہ و استغفار اور نفلی روزوں کی خصوصی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ خصوصاً دسویں محرم یعنی یومِ عاشورہ ایسا دن ہے جس سے انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ، امتوں کے عروج و زوال اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کی بے شمار یادیں وابستہ ہیں۔ روایات میں مذکور ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد کنارۂ نجات پر پہنچی، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے محفوظ رکھے گئے، حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی نصیب ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات ملی۔ ان تمام واقعات پر غور کیا جائے تو ایک حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وفادار بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ آزمائشیں آتی ہیں، مشکلات بڑھتی ہیں، ظاہری اسباب ختم ہوتے دکھائی دیتے ہیں مگر آخرکار نصرتِ الٰہی حق والوں ہی کے حصے میں آتی ہے۔ اسی نسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ عاشورہ کے روزے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ گزشتہ ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ یہ روزہ دراصل بندۂ مومن کو صبر، شکر اور اطاعتِ الٰہی کی یاد دلاتا ہے۔ اہلِ ایمان اس دن کو صرف ایک تاریخی واقعے کے طور پر نہیں بلکہ اپنے رب کے ساتھ تعلق کی تجدید اور روحانی پاکیزگی کے موقع کے طور پر مناتے ہیں۔ محرم الحرام کا ذکر آتے ہی دلوں میں اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت کی خوشبو مہکنے لگتی ہے۔ وہ اہلِ بیت جن کے بارے میں قرآنِ کریم نے طہارت و پاکیزگی کی گواہی دی، جن سے محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت قرار دیا گیا اور جن کی عظمت و شان قیامت تک امتِ مسلمہ کے لیے سرمایۂ افتخار رہے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حلم و بردباری اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی اسلام کے درخشاں ابواب ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ محبوب نواسے ہیں جنہیں آغوشِ نبوت میں تربیت ملی، جن کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے، انہیں اپنے کندھوں پر بٹھاتے اور ان کے حق میں دعائیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں" امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ یہ صرف نسبی تعلق کا اظہار نہیں بلکہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا مشن دراصل محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کا تسلسل ہے۔ جب اسلامی تاریخ کا وہ نازک مرحلہ آیا جس میں دین کی اصل روح اور اسلامی اقدار کو خطرات لاحق ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حق و صداقت کا عَلَم بلند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو یہ سبق دیا کہ ایک مومن کا سر کٹ سکتا ہے مگر حق کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ کربلا کا میدان بظاہر ایک صحرا تھا مگر حقیقت میں وہ حق و باطل کے درمیان ایک ایسا معرکہ تھا جس نے قیامت تک آنے والی نسلوں کو حریت، عزت اور استقامت کا درس دے دیا۔ جب دریائے فرات کنارے موجود تھا مگر اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیموں پر پانی بند کر دیا گیا، جب معصوم بچوں کی پیاس آسمان سے فریاد کر رہی تھی، جب چند نفوسِ قدسیہ ہزاروں کے لشکر کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے، تب بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے چہرے پر صبر، یقین اور رضا کی روشنی نمایاں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ مقصد صرف اپنی جان بچانا نہیں بلکہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنا ہے۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلِ خانہ، نوجوان بیٹوں، بھتیجوں اور جانثار ساتھیوں کو راہِ حق میں قربان کر دیا مگر باطل کے سامنے سمجھوتہ نہ کیا۔ اہلِ تصوف فرماتے ہیں کہ کربلا دراصل عشقِ الٰہی کی معراج ہے۔ یہاں انسان اپنے رب کی رضا کے لیے اپنی خواہشات، اپنے مفادات اور یہاں تک کہ اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا کہ جب بندہ اللہ کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے نزدیک دنیا کی کوئی طاقت، کوئی لالچ اور کوئی خوف باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا محض ایک جنگ کا نام نہیں بلکہ روحانیت، وفاداری، اخلاص، رضا اور عشق کی ایک زندہ تفسیر ہے۔ آج بھی جب محرم الحرام آتا ہے تو کربلا کی سرزمین سے ایک صدا بلند ہوتی ہے کہ حق کا ساتھ دو، ظلم کے خلاف کھڑے ہو جاؤ، اپنے ضمیر کا سودا مت کرو، دین کو دنیا پر مقدم رکھو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا مقصد بنا لو۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام کسی ایک فرقے، قوم یا خطے کے لیے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ اور تمام انسانیت کے لیے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ عزت اطاعتِ الٰہی میں ہے، کامیابی صبر و استقامت میں ہے اور بقا صرف حق کے ساتھ وابستگی میں ہے۔ محرم الحرام کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ہم اس کے روحانی پیغام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔ ہم اپنے اندر صبر، تقویٰ، اخلاص، وفاداری اور حق پسندی پیدا کریں۔ ہم اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت کو اپنے ایمان کا حصہ بنائیں اور ان کی تعلیمات کو اپنے کردار میں جگہ دیں۔ اگر امتِ مسلمہ کربلا کے پیغام کو سمجھ لے تو باہمی نفرتیں ختم ہو سکتی ہیں، اتحاد و اخوت مضبوط ہو سکتی ہے اور دینِ اسلام کی حقیقی روح دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محرم الحرام کی برکتوں سے فیض یاب فرمائے، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی سچی محبت نصیب فرمائے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں حق، صداقت، صبر اور استقامت کی راہوں پر ثابت قدم رکھے۔

آمین یارب العالمین۔

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مختصر سیرت مع بے مثال حکمرانی و عظیم شہادت

محمد بن عبد الرزاق پالن پوری

سناتا ہوں اب میں باتیں حسین فاروق اعظم کی
نبی کے ساتھ روضے میں مکیں فاروق اعظم کی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت ایسی درخشاں شاہراہ ہے جس پر چل کر انسان عدل سیکھتا ہے، تقویٰ کی خوشبو محسوس کرتا ہے، شجاعت کا مفہوم سمجھتا ہے، عاجزی کا ذوق پاتا ہے اور خدمتِ خلق کا حقیقی سبق حاصل کرتا ہے۔ آپ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد فضائل بیان فرمائے ہیں اور جن کی زندگی اسلام کی قوت اور حق کی سربلندی کا روشن عنوان بن گئی۔ قبولِ اسلام سے پہلے اپنی جلالت اور سخت مزاجی کے لئے معروف تھے لیکن جب نورِ ایمان دل میں اترا تو یہی سختی باطل کے خلاف آہنی دیوار اور حق کے لئے غیر متزلزل استقامت میں بدل گئی اسی بے مثال حق گوئی کی بنا پر آپ کو 'فاروق' کا لقب ملا یعنی حق اور باطل کے درمیان واضح فرق کرنے والے۔۔۔۔

آپ کی سیرت کا ہر پہلو حیرت انگیز توازن کا آئینہ دار ہے۔ میدانِ جہاد میں شیر کی مانند بے خوف نظر آتے مگر یتیم کے سر پر ہاتھ رکھتے وقت نہایت نرم دل، دشمن کے سامنے پہاڑ کی طرح مضبوط مگر اللہ کے خوف سے راتوں کو آنسو بہانے والے، ایک طرف وسیع سلطنت کے فرمانروا تو دوسری طرف اپنے لباس پر پیوند لگانے میں عار محسوس نہ کرنے والے۔ آپ کی زندگی یہ اعلان کرتی ہے کہ عظمت کردار کی بلندی میں پوشیدہ ہے۔۔۔

علم و حکمت آپ کی شخصیت کا نمایاں وصف تھا۔ قرآن و سنت کی گہری سمجھ، دور اندیشی، معاملہ فہمی، بروقت فیصلوں نے آپ کو امت کا قابلِ اعتماد رہنما بنا دیا۔ بہت سے مواقع پر آپ کی رائے بعد میں نازل ہونے والی وحی کے مطابق ثابت ہوئی جو آپ کی بصیرت اور اخلاص کی روشن دلیل ہے (ان شاء اللہ اس پر عمر فاروق اور موافقت قرآن کے عنوان سے مضمون لکھا جائے گا)۔ فیصلے کرتے وقت نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے، نہ کسی منصب کا صرف اور صرف اللہ کی رضا اور انصاف کو معیار بناتے تھے۔۔

عبادت، زہد اور خشیتِ الٰہی آپ کی روح کا حصہ تھے۔ راتوں کی تنہائیوں میں رب کے حضور کھڑے ہو کر گریہ کرنا، دن میں روزہ رکھنا، دنیا کی چمک دمک سے بے رغبت رہنا اور ہر لمحہ آخرت کی جوابدہی کو یاد رکھنا آپ کی مستقل عادت تھی۔ اقتدار نے آپ کے دل میں ذرہ برابر تکبر پیدا نہیں کیا بلکہ ذمہ داری کا احساس مزید بڑھا دیا اسی لئے آپ خود کو رعایا کا خادم سمجھتے تھے نہ کہ حاکم۔۔۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اخلاق بھی بے مثال تھا۔ وہ کمزوروں کا سہارا، مظلوموں کی امید، مسافروں کے مددگار، بیواؤں کے محافظ، یتیموں کے سرپرست اور محتاجوں کے خیر خواہ تھے۔ آپ کی مجلس میں امیر و غریب، عرب و عجم، آزاد و غلام سب کو یکساں عزت ملتی تھی۔ آپ کا یقین تھا کہ انسان کی اصل قدر اس کے نسب و دولت سے نہیں ہوتی ہے بلکہ تقویٰ اور کردار سے ہوتی ہے۔۔۔۔

آپ کی سیرت کا ایک اور روشن باب علم دوستی اور مشاورت ہے۔ بڑے سے بڑا فیصلہ بھی اہلِ علم اور اصحابِ رائے سے مشورے کے بعد کرتے اور اگر اپنی رائے سے بہتر بات سامنے آتی تو اسے قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے۔ یہی انکساری ایک عظیم قائد کی حقیقی پہچان ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بے شمار تابناک پہلو ہیں جن میں ہر ایک اپنے اندر ایک مکمل درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے تاہم ان تمام اوصاف میں ان کی بے مثال حکمرانی کو ایک منفرد مقام حاصل ہے جس نے اسلامی تاریخ ہی نہیں بلکہ عالمی تاریخ پر بھی گہرے نقوش چھوڑے ہے۔ ان کے نظامِ عدل، احساسِ ذمہ داری، رعایا پروری، سادگی اور جوابدہی کا ذکر کئے بغیر ان کی سیرت کا تذکرہ ادھورا رہ جاتا ہے اسی لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس روشن اور درخشاں پہلو پر الگ سے روشنی ڈالی جائے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ایک حقیقی اسلامی حکمران اپنی رعایا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھتا ہے اور اقتدار کو کس طرح عبادت اور امانت میں تبدیل کر دیتا ہے۔۔۔۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ اقتدار تقویٰ کے ہاتھوں میں آجائے تو سلطنتیں انصاف، رحم، دیانت اور خدمتِ خلق سے پہچانی جاتی ہیں۔ آپ نے خلافت کو بادشاہت کی بجائے امانت سمجھا اور تخت کو عیش و عشرت کا وسیلہ نہیں بننے دیا بلکہ اللہ کے سامنے جوابدہی کا میدان تصور کیا اسی لئے تاریخ کا ہر انصاف پسند قلم یہ ماننے پر مجبور ہے کہ دنیا نے بہت سے حکمران دیکھے ہے لیکن حضرت عمر فاروق جیسا حکمران صدیوں میں ایک ہی پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ کی حکومت کی بنیاد عدل پر تھی۔ درباروں کی اونچی دیواروں اور پہرے داروں کے حصار کے بجائے آپ رات کی تاریکی میں گلیوں اور بازاروں کا رخ کرتے تھے، لوگوں کے گھروں کے دروازوں تک پہنچتے، بھوکوں کی بھوک محسوس کرتے، یتیموں کے آنسو پونچھتے اور بیواؤں کی ضروریات اپنے ہاتھوں سے پوری کرتے۔ آپ کے نزدیک حکمران وہ نہیں تھا جو رعایا سے دور محلوں میں بیٹھا رہے بلکہ وہ تھا جو اپنی قوم کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ لے یہی وجہ ہے کہ آپ کے عدل کی مثالیں آج بھی دنیا کی سیاسی اور انتظامی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔

حضرت عمر کی شخصیت کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ ایک طرف ایران و روم جیسی عظیم سلطنتیں آپ کے نام سے لرزتی تھیں اور دوسری طرف آپ کے جسم پر پیوند لگا لباس ہوتا، کھانے میں سادگی ہوتی اور زندگی میں بے نفسی نمایاں ہوتی، بیت المال کو عوام کی امانت سمجھتے، اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اس میں ناجائز تصرف گوارا نہ کرتے اور اس قدر احتیاط برتتے کہ اگر کسی جانور پر بھی ظلم ہوتا تو اس کی جوابدہی سے خوفزدہ ہو جاتے۔ آپ کا مشہور احساسِ ذمہ داری اس جملے میں سمٹ آتا ہے کہ اگر فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی بھوک یا غفلت سے مر جائے تو عمر کو ڈر ہے کہ اللہ اس سے سوال کرے گا۔۔۔۔۔۔

آپ کی نگاہ غلاموں، خادموں، مسافروں، غیر مسلم رعایا اور یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق کی بھی غیر معمولی خیال رکھتی تھی۔ کسی محتاج کی مدد کرنا، کسی نابینا کی خدمت کرنا، کسی اجنبی عورت کے لئے اپنی زوجہ محترمہ کو مدد کے لئے بھیجنا اور خود چولہا جلا کر کھانا تیار کرنا آپ کے نزدیک حکمرانی سے کم تر کام نہیں تھے بلکہ یہی اصل خلافت تھی اسی عملی نمونے نے دنیا کو بتایا کہ اسلام میں اقتدار کا مفہوم خدمت ہے نہ کہ برتری۔۔۔۔۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدل و انصاف کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ ریاستی نظم و نسق، بیت المال، عدالتی نظام، مالیاتی انتظام، عوامی فلاح اور انتظامی اصلاحات میں ایسے اصول قائم کئے جن سے بعد کی کئی تہذیبوں نے بھی رہنمائی حاصل کی۔ ان کی حکمت عملی نے ایک وسیع اسلامی سلطنت کو نظم و ضبط کے ساتھ چلایا اور امت کو یہ سبق دیا کہ مضبوط ریاستیں دیانت دار قیادت سے قائم ہوتی ہیں۔۔

ان کی شہادت بھی ان کی زندگی ہی کی طرح اخلاص اور اللہ سے تعلق کا آئینہ دار تھی۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ انہیں اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات ملے۔ قدرت نے اس دعا کو اس شان سے قبول کیا کہ نمازِ فجر کی امامت کے دوران ایک مجوسی غلام ابولؤلؤ نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ شدید زخمی ہونے کے باوجود حضرت عمر کی پہلی فکر اپنی جان نہیں تھی بلکہ نماز اور امت کا نظم تھا چنانچہ فوراً حضرت عبد الرحمن بن عوف کو آگے بڑھا کر نماز مکمل کرائی۔ چند روز بعد یکم محرم ۲۴ ہجری کو آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور وہ سعادت بھی حاصل کی جس کی تمنا رکھتے تھے، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ایک ایسا روشن مینار ہے جو ہر دور کے حکمرانوں، قائدین، علماء، دانشوروں اور عام انسانوں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ حقیقی عظمت کو دولت اور جاہ و منصب میں تلاش نہ کرو بلکہ یہ عظمت تو انصاف، خوفِ خدا، خدمتِ خلق، عاجزی اور حق پر ثابت قدمی میں پوشیدہ ہے۔ اگر آج بھی دنیا امن و مساوات کی متلاشی ہے تو اسے تاریخ کے اوراق میں حضرت عمر فاروق کی سیرت کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے کیونکہ حضرت کی سیرت میں اقتدار کا وہ نمونہ ملتا ہے جس میں رعایا کی خوش حالی حکمران کی کامیابی کا معیار تھی اور اللہ کی رضا ہر فیصلے کا اصل مقصد تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی کو ایک جملے میں سمیٹا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ عدل کی چلتی پھرتی تصویر، تقویٰ کا زندہ نمونہ، شجاعت کا استعارہ، خدمتِ خلق کا روشن مینار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ایسا معجزہ تھے جس نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رضی اللہ عنہ ورضی عنہ

وہ مدارس ہی ہیں جو ملکی کرپشن اور بدانتظامی کا خاتمہ کر سکتے ہیں

اسد الرحمان بیگ

ہمارے معاشرے میں ایک عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ مدارس صرف امام، خطیب یا مدرس تیار کرنے کے لیے ہیں، جبکہ ڈاکٹر، انجینئر، پائلٹ، سائنس دان، جج، بیوروکریٹ اور سیاست دان دوسرے تعلیمی اداروں کی ذمہ داری ہیں۔ یہ سوچ نہ صرف محدود ہے بلکہ امت کی اس علمی روایت کے بھی خلاف ہے جس نے ایک ہی شخصیت میں دینی بصیرت اور دنیاوی مہارت کو جمع کیا تھا۔ مدارس صدیوں سے قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور اخلاقیات کی تعلیم کے مراکز رہے ہیں۔ ان اداروں کی ایک نمایاں خصوصیت نظم و ضبط، صبر، سخت محنت، سادگی، وقت کی پابندی، اخلاقی تربیت اور استاد و شاگرد کے مضبوط تعلقات ہیں۔ یہی وہ صفات ہیں جو کسی بھی معاشرے میں دیانت دار اور ذمہ دار قیادت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

اگر مدارس اپنے روایتی دینی نصاب کے ساتھ جدید سائنس، کمپیوٹر ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت، انجینئرنگ، طب، قانون، معاشیات، بین الاقوامی تعلقات، انتظامی علوم اور سول سروس کی تعلیم بھی فراہم کریں تو وہ صرف علماء نہیں بلکہ ایسے باکردار ڈاکٹر، انجینئر، جج، پائلٹ، سائنس دان، سیاست دان اور سی ایس ایس افسر پیدا کر سکتے ہیں ایسے طالب علم، علم کے ساتھ کردار اور امانت داری کی دولت بھی رکھتے ہیں۔

مدارس کی اخلاقی تربیت، نظم و ضبط اور دینی ماحول ایسے افراد کی تیاری میں مددگار ہو سکتے ہیں جو عوامی ذمہ داریوں کو زیادہ دیانت داری سے انجام دیں۔ انھیں اگر دینی تعلیم کے ساتھ جدید پیشہ ورانہ تعلیم بھی دی جائے تو ایسے افراد ملک میں شفافیت، انصاف اور بدعنوانی کے خاتمے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے مدارس ہی کے کچھ حلقوں میں یہ سوچ پنپ رہی ہے کہ مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کا دائرۂ کار صرف مسجد، مدرسہ یا فتویٰ نویسی تک محدود ہونا چاہیے۔ یہ تصور اسلام کے وسیع تعلیمی دائرہ کار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات اور قرآن کے اصولوں کے خلاف ہے ایسا سوچ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو محدود کرنے والا اور ان کی حوصلہ شکنی کا سبب بن سکتا ہے۔ اگر ایک طالب علم قرآن و سنت کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ جدید سائنس، قانون، ٹیکنالوجی اور انتظامی امور میں بھی مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی بھرپور حوصلہ افزائی ملنی چاہیے۔

اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے صرف عبادات ہی نہیں بلکہ حکومت، عدل، تجارت، طب، فلکیات، ریاضی اور سائنس کے میدانوں میں بھی دنیا کی رہنمائی کی۔ اسلامی نظامِ حکمرانی کا تصور بھی یہی ہے کہ ریاست کے عدالتی، انتظامی، سیاسی اور معاشی معاملات ایسے افراد کے ہاتھ میں ہوں جو علم، تقویٰ، دیانت اور اہلیت کا امتزاج ہوں۔ اس لیے وقت کا تقاضا ہے کہ مدارس اپنی عظیم دینی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید ترین کمپیوٹر لیبز، ٹیکنالوجی سینٹرز، سائنسی تحقیق، انگریزی زبان، ریاضی، معاشیات، قانون اور پیشہ ورانہ تعلیم کو بھی اپنے نصاب کا حصہ بنائیں۔ اسی طرح دینی سطح پر بھی ایسے ہدایات کو عام بنالی جاے کہ مدارس کے طلبہ ہر شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے پر زور دیں۔

جب ایک ہی ادارے سے قرآن کا حافظ، حدیث کا عالم، جدید ٹیکنالوجی کا ماہر، ڈاکٹر، انجینئر، جج، پائلٹ، بیوروکریٹ اور سیاست دان تیار ہو گا تو علم اور کردار کا ایسا امتزاج وجود میں آئے گا جو ایک مضبوط، باوقار اور ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد بن سکتا ہے۔

مدارس کو محدود نہیں بلکہ قومی تعمیر کے مرکز کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ دینی علوم کے ساتھ جدید علوم کو بھی اپنالیں تو وہ نہ صرف اپنے اسلاف کی جامع علمی روایت کو زندہ کریں گے بلکہ ایک ایسی قیادت بھی تیار کریں گے جو انصاف، امانت، خدمتِ خلق اور اعلیٰ اخلاق کی بنیاد پر ملک کو ترقی اور استحکام کی نئی منزلوں تک پہنچا سکے۔

www.nepalurdutimes.com

اولاد: رب کی امانت۔

محمد ہاشم القاسمی
(خادم دارالعلوم پاڑا ضلع پرولیا مغربی بنگال)

اولاد اللہ رب العزت کا نہایت ہی قیمتی انعام اور انمول تحفہ ہے۔ شریعت میں اولاد کی تربیت ایک فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ جس طرح والدین کے اوپر اولاد کے حقوق ہیں ٹھیک اسی طرح اولاد کے اوپر والدین کے حقوق بھی وابستہ ہوتے ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے ایسے ہی اس نے ہمیں اولاد کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم دیا ہے، اولاد کے ساتھ احسان اور ان کی بہترین تربیت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی امانت اور عطا کردہ انعام کا صحیح طریقے سے حق ادا کرنا ہے اور اولاد کو یونہی آزاد چھوڑ دینا اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنا بہت بڑا دھوکہ اور خیانت ہے۔ کتاب و سنت میں اس بات کا واضح حکم ہے، کہ اولاد کے ساتھ احسان کیا جائے۔ ان کی امانت کو ادا کیا جائے، ان کو آزاد چھوڑنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کتاہیوں سے بچا جائے۔ کیونکہ دنیا میں کسی بھی انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اولاد ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر اولاد کی صحیح پرورش اور تربیت کی جائے تو دنیا ہی میں وہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اولاد بگڑ جائے اور اس کی صحیح پرورش اور تربیت نہ کی جائے تو وہی اولاد دنیا ہی میں سخت آزمائش اور جہنم بن جاتی ہے۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "کسی باپ کی طرف سے اس کے بیٹے کے لیے سب سے بہتر تحفہ یہ ہے کہ وہ اس کی اچھی تربیت کرے"۔ (سنن ترمذی) چھوٹے بچوں کا ذہن آئینہ کی طرح صاف وشفاف اور کورہ کاغذ کی طرح خالی ہوتا ہے اب اس میں ان کے والدین جو چیز بھی نقش کر دیتے ہیں وہ نقش علی الحجر کی طرح مضبوط وپائیدار ہو جاتی ہیں، بچے کی یہ فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنے ماں باپ اور بڑوں کے نقال ہوتے ہیں۔ وہ ان کی تمام حرکات وسکنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے والدین کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے بچوں کے لیے بہترین نمونہ آئیڈیل بنیں. قرآن وحدیث میں یہ حقیقت واشگاف انداز میں بیان کی گئی کہ ہر بچہ توحید خالص کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اصل کے اعتبار سے اس میں طہارت، پاکیزگی، برائیوں سے دوری اور ایمان کی روشنی ہوتی ہے۔ پھر اسے اگر اپنے گھر میں اچھی تربیت اور معاشرہ میں اچھے ساتھی میسر آجائیں تو وہ ایمان و اخلاقمیں اسوہ، نمونہ اور کامل انسان بن جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے والدین پر اولاد کے سلسلہ میں جو حقوق عائد ہوتے ہیں، ان میں سب سے اہم اور مقدم حق اُن کی تعلیم وتربیت ہے۔ دین کی بنیادی تعلیم کا حصول اور اسلام کے مبادیات وارکان کا جاننا تو ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسی پر اخروی زندگی میں فلاح وکامیابی کا دار و مدار ہے. امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے والدین کو یہ وصیت کی ہے کہ بچوں کو قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور ضروری دینی احکام کی تعلیم دیں، بچہ والدین کے پاس امانت ہوتا ہے، اور اس کا پاکیزہ دل ایک نفیس جوہر اور موتی کی طرح ہے، اگر اسے خیر اور بھلائی کا عادی بنایا جائے اور بھلے کام سکھائے جائیں تو وہ انہیں سیکھتا ہوا بڑھتا اور پلتا ہے پھر دنیا و آخرت دونوں جگہ خوش نصیب رہتا ہے اور اگر اسے برے کاموں کا عادی بنایا جائے یا بیکار چھوڑ دیا جائے تو بدبختی و ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے، اس لیے اسکی حفاظت کا طریقہ یہی ہے کے اسے علم وادب سکھایا جائے، اچھے اخلاق سکھائے جائیں، اور مہذب بنایا جائے. والدین کو اپنے بچوں کی تربیت میں تدریجی انداز اختیار کرنے چاہیے، چنانچہ غلطی پر تنبیہ کی ترتیب یوں ہونی چاہیے (۱) سمجھانا۔ (۲) ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔ (۳) مار کے علاوہ کوئی سزا دینا۔ (۴) بقدر ضرورت مارنا۔ (۵) قطع تعلق کرنا۔ یعنی غلطی ہو جانے پر بچوں کی تربیت حکمت کے ساتھ کی جائے، اگر پہلی مرتبہ غلطی ہو تو اولاً اسے اشاروں اور کنایوں سے سمجھایا جائے، صراحتاً برائی کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ اگر بچہ بار بار ایک ہی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات بٹھائیں کہ اگر دوبارہ ایسا کیا تو اس کے ساتھ سختی برتی جائے گی، اس وقت بھی ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت نہیں ہے، نصیحت اور پیار سے اُسے غلطی کا احساس دلایا جائے۔ بچہ کی پیار و محبت سے تربیت و اصلاح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ: میں بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت اور زیر کفالت تھا، ایک مرتبہ میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "یا غلام سَمِّ اللہ! وَکُلْ بِیَمِینِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیکَ"۔ یعنی اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔" اگر نصیحت اور آرام سے سمجھانے کے بعد بھی بچہ غلطی کرے تو اُسے تنہائی میں ڈانٹا جائے اور اس کام کی برائی بتائی جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا کہا جائے۔

پھر بھی اگر باز نہ آئے تو تھوڑی بہت مار پیٹ بھی کی جاسکتی ہے۔ واضح رہے کہ تربیت کے یہ طریقے نو عمر بچوں کے لیے ہیں، لیکن بلوغت کے بعد تربیت کے طریقے اس سے مختلف ہیں، اگر اس وقت نصیحت سے نہ سمجھے تو جب تک وہ اپنی برائی سے باز نہ آئے اس سے قطع تعلق بھی کیا جاسکتا ہے، جو شرعاً درست ہے اور کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے ایک رشتہ دار تھے جو ابھی بالغ نہ ہوئے تھے، انہوں نے کنکر پھینکا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے اور وہ حدیث سنایا کہ "إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا" اس سے کوئی جانور شکار نہیں ہو سکتا، مگر اس نے پھر کنکر پھینکا تو انہوں نے غصہ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم پھر دوبارہ ایسا ہی کر رہے ہو؟ میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے (بلال) سے حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کرنے کی بنا پر قطع تعلق کیا تھا اور مرتے دم تک اس سے بات نہ کی۔ بچوں کی تربیت کے لیے ماں باپ یا استاد کا اُنہیں تھوڑا بہت، ہلکا پھلکا مارنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔ اس معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ غصہ میں بے قابو ہو جانا اور حد سے زیادہ مار کٹائی کرنا یا بچوں کے مارنے ہی کو غلط سمجھنا دونوں باتیں غلط ہیں۔ پہلی صورت میں افراط ہے اور دوسری میں تفریط ہے۔ اعتدال کا راستہ وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ: "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو، جبکہ وہ دس سال کے ہو جائیں"۔ (مشکوٰۃ) ماہرین نفسیات کے مطابق بچپن میں اولاد کی تربیت جوانی کے بالمقابل بہت آسان ہے، جس طرح زمین سے اُگنے والے نرم و نازک پودوں کو بہ سہولت کہیں بھی موڑا جاسکتا ہے اسی طرح بچوں کے خیالات، افکار اور طرز زندگی کو جس رخ پر چاہے بہ آسانی لایا جاسکتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جائیں اور اُن کی عقل پختہ ہو جائے تو ان میں تبدیلی ناممکن نہ سہی مگر مشکل ضرور ہوتی ہے، اس لیے ابتدائی عمر میں بچوں کی نگرانی اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت والدین اور سرپرستوں کی اہم ذمہ داری ہے۔ لہذا وہ والدین جو اپنی اولاد کو صرف عصری علوم کے حوالے کر دیتے ہیں، ان کی دینی تعلیم وتربیت کی طرف یا تو بالکل توجہ نہیں کرتے یا معمولی سی توجہ کو کافی اور مفید مطلب سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح عصری علوم پر خاطر خواہ محنت کو ضروری سمجھیں اتنا ہی یا اس سے زیادہ بنیادی دینی تعلیم یعنی عقائد و اعمال، معاشرت و اخلاق، معاملات و آداب سے متعلق ضروری امور ان کے قلب و دماغ میں راسخ کریں؛ تاکہ فتنوں کے اس دور میں الحاد وارتداد کی کوئی لپیٹ انھیں متاع ایمان سے محروم نہ کر دے، دوسری جانب والدین جو اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیتے ہیں اور انھیں دانستہ یا نادانستہ طور پر عصری تعلیم سے نابلد رکھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدلتے حالات کے پیش نظر بہ قدر ضرورت عصری علوم سے واقف کرانے کا انتظام و اہتمام کریں تاکہ مستقبل میں ان کی اولاد کسی بھی موقع پر دوسروں کی محتاج نہ رہے۔ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہی وہ سرمایہ ہے جو دنیا میں سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com,
Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

کشمیر کی خوبصورتی، موسمِ گرما اور جون کی دلکش رعنائیاں

ابو الخالد محمد اظہر الدین علیمی
پرنسپل دارالعلوم حسینیہ نظامیہ رضا
نگر بھٹنڈی نالا جموں

قدرتِ الٰہی نے اس کائنات میں بے شمار ایسے مقامات پیدا فرمائے ہیں جو اپنے حسن و جمال، دلکشی و رعنائی اور دل فریبی و سحر انگیزی کے باعث دنیا بھر کے انسانوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں، مگر ان تمام حسین خطوں میں اگر کسی سرزمین کو جنتِ ارضی، فردوسِ بریں اور قدرت کی مصوری کا شاہکار کہا جائے تو وہ بلاشبہ کشمیر ہے۔ برف پوش پہاڑوں، سرسبز وادیوں، شفاف جھیلوں، رواں دواں آبشاروں، معطر باغات، لہلہاتے مرغزاروں اور دل نواز فضاؤں سے آراستہ یہ خطہ صدیوں سے سیاحوں، شاعروں، ادیبوں اور اہلِ ذوق کے دلوں کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔ یہاں کا ہر منظر حسن کا ایک نیا باب، فطرت کا ایک نیا شاہکار اور قدرت کی صناعی کا ایک نیا نمونہ پیش کرتا ہے۔

کشمیر کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بے مثال خوبصورتی عطا فرمائی ہے کہ یہاں کا ہر گوشہ دل موہ لینے والی دلکشی، مسحور کن کشش اور روح پرور لطافت کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔ فلک بوس پہاڑ آسمان سے ہم کلام دکھائی دیتے ہیں، برف سے ڈھکی چوٹیاں چاندی کے تاجوں کی مانند چمکتی ہیں، سرسبز میدان زمرد کے فرش کا گمان دلاتے ہیں، جبکہ جھیلوں کا شفاف پانی آئینے کی طرح اردگرد کے مناظر کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

خصوصاً جون کا مہینہ کشمیر میں حسن و جمال کی ایک نئی داستان رقم کرتا ہے۔ جب ہندوستان اور برصغیر کے بیشتر علاقے شدید گرمی، حبس اور تپش کی لپیٹ میں ہوتے ہیں، تب کشمیر کی فضائیں خنکی، تازگی، شگفتگی اور فرحت کا پیغام لے کر آتی ہیں۔ جون میں موسم نہایت معتدل، خوشگوار اور دلکش ہوتا ہے۔ نہ سردی کی سختی باقی رہتی ہے اور نہ گرمی کی شدت محسوس ہوتی ہے، بلکہ فضا میں ایک ایسی لطافت اور نرمی ہوتی ہے جو ہر آنے والے کے دل کو مسرور اور روح کو شاداب کر دیتی ہے۔

جون کی صبحیں کشمیر میں خاص طور پر دلکش ہوتی ہیں۔ جب سورج کی پہلی سنہری کرن برف پوش چوٹیوں پر پڑتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی مصور نے سفید کینوس پر سنہری رنگ بکھیر دیا ہو۔ شبنم کے قطرے پھولوں اور پتوں پر موتیوں کی مانند جگمگاتے ہیں۔ نرم و ملائم ہوائیں پھولوں کی خوشبو اپنے دامن میں سمیٹے ہر سو بکھیرتی پھرتی ہیں۔ پرندوں کی دلنشیں چہچہاہٹ اور چشموں کی مترنم آوازیں فطرت کے ایک خوبصورت نغمے کا سماں پیدا کر دیتی ہیں۔

کشمیر کی خوبصورتی کا ذکر ڈل جھیل کے بغیر نامکمل ہے۔ سری نگر کے قلب میں واقع یہ جھیل قدرت کا ایک بے مثال شاہکار ہے۔ جون کے مہینے میں اس کے پانی نہایت شفاف، پرسکون اور دلکش دکھائی دیتے ہیں۔ جھیل میں تیرتے ہوئے رنگ برنگے شکارے، پانی پر جھلملاتی سورج کی کرنیں اور اردگرد کے سرسبز مناظر دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتے ہیں۔ شام کے وقت جب سورج مغرب کی جانب جھکنے لگتا ہے تو اس کی سنہری شعاعیں جھیل کے پانی پر بکھر کر ایک ایسا منظر پیش کرتی ہیں جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حسین اور دلکش ہوتی ہیں۔ آسمان پر بکھرے ڈل جھیل کے کنارے واقع نشیات باغ، شالیمار باغ اور چشمۂ شاہی بھی اپنی دلکشی اور خوبصورتی میں بے مثال ہیں۔ ان باغات میں جون کے مہینے میں رنگارنگ پھول اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھلتے ہیں۔ سرخ، زرد، سفید، گلابی اور بنفشی رنگوں کے پھول زمین پر بکھرے ہوئے رنگوں کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جو ہر دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

گلمرگ کشمیر کا ایک ایسا تفریحی مقام ہے جو دنیا بھر میں اپنی خوبصورتی اور دلکشی کے لیے مشہور ہے۔ گلمرگ کے معنی ہی "پھولوں کا میدان" ہیں۔ جون کے مہینے میں یہاں کے وسیع و عریض سبزہ زار رنگ برنگے پھولوں سے بھر جاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین نے رنگوں کی چادر اوڑھ لی ہو۔ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں، سرسبز میدان، بلند پہاڑ اور نیلا آسمان مل کر ایک ایسا دلکش منظر تخلیق کرتے ہیں جو سیاحوں کے ذہنوں پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتا ہے۔

گلمرگ کی چراگاہیں اپنی شادابی، سرسبزی اور تازگی کے باعث بے حد دلکش معلوم ہوتی ہیں۔ گھوڑوں کے ریوڑ، چرواہوں کے گیت، پھولوں کی خوشبو اور فطرت کی خاموشی ایک ایسی روحانی کیفیت پیدا کرتی ہے جس سے انسان دنیاوی ہنگاموں اور مصروفیات کو بھول جاتا ہے۔

پہلگام بھی کشمیر کے حسین ترین مقامات میں شمار ہوتا ہے۔ اسے وادیوں کی دلہن کہا جاتا ہے۔ جون میں یہاں کے سرسبز میدان، بل کھاتی ندیاں، گھنے جنگلات اور بلند پہاڑ حسن و جمال کی نئی داستانیں سناتے ہیں۔ دریائے لیدر کا شفاف پانی جب پتھروں سے ٹکراتا ہے تو ایک دلنشیں نغمہ پیدا ہوتا ہے جو سیاحوں کے دلوں کو سکون اور راحت بخشتا ہے۔

پہلگام کی فضا میں ایک عجیب سی پاکیزگی اور طہارت محسوس ہوتی ہے۔ یہاں کی خاموش وادیاں، سرگوشیاں کرتی ہوائیں اور فطرت کی حسین جلوہ گری انسان کے اندر سکون اور اطمینان پیدا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں آنے والے سیاح بار بار اس جنت نظیر مقام کا رخ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

سونمرگ یعنی "سنہری وادی" بھی اپنی بے مثال خوبصورتی کے باعث دنیا بھر میں معروف ہے۔ جون کے مہینے میں جب سورج کی شعاعیں برفانی چوٹیوں پر پڑتی ہیں تو وہ سونے کی مانند چمکنے لگتی ہیں اور اسی نسبت سے اس مقام کا نام سونمرگ رکھا گیا ہے۔ یہاں کے برفانی گلیشیئر، سرسبز میدان، شفاف ندی نالے اور فلک بوس پہاڑ فطرت کے حسن کا ایسا مرقع پیش کرتے ہیں جو ہر آنے والے کو مسحور کر دیتا ہے۔ کشمیر کے باغات اپنی خوشبو، لطافت اور رنگارنگی کے اعتبار سے بھی منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ جون کے مہینے میں سیب، ناشپاتی، آلو بخارا، چیری اور خوبانی کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے نظر آتے ہیں۔ باغات میں کھلے ہوئے پھول اور درختوں پر لہلہاتے پھل قدرت کی فیاضی اور رحمت کی گواہی دیتے ہیں۔

کشمیر کی آبشاریں بھی سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں۔ بلند پہاڑوں سے گرتا ہوا پانی جب سفید دودھ کی مانند جھاگ بناتا ہے تو اس کا منظر نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے۔ آبشاروں کے قریب ٹھنڈی ہوائیں اور پانی کی مدھر آواز دل و دماغ کو تازگی اور سکون عطا کرتی ہے۔

جون کے مہینے میں کشمیر کی راتیں بھی نہایت ہوئے ستارے، چاندنی کی نرم روشنی اور ٹھنڈی ہوائیں رات کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ جھیلوں میں چاند کا عکس اور پہاڑوں کی خاموشی ایک ایسا روح پرور منظر پیش کرتی ہے جسے دیکھ کر انسان قدرتِ الٰہی کی عظمت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کشمیر صرف قدرتی حسن ہی کا گہوارہ نہیں بلکہ تہذیب، ثقافت، محبت، خلوص اور مہمان نوازی کا بھی مرکز ہے۔ یہاں کے لوگ اپنی سادگی، شرافت، خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کے باعث مشہور ہیں۔ سیاح جب یہاں آتے ہیں تو نہ صرف قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ مقامی لوگوں کے حسنِ سلوک سے بھی بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

شاعروں اور ادیبوں نے کشمیر کی خوبصورتی کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ کسی نے اسے زمین کا جنت قرار دیا، کسی نے اسے فطرت کا شاہکار کہا، کسی نے اسے حسن کا دیس کہا اور کسی نے اسے قدرت کی مصوری کا زندہ نمونہ قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کی خوبصورتی کو الفاظ کے محدود دائرے میں قید کرنا ممکن نہیں۔ یہاں کا ہر منظر، ہر وادی، ہر جھیل، ہر باغ اور ہر پہاڑ اپنے اندر ایک الگ داستانِ حسن رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ کشمیر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک بے مثال نعمت ہے۔ جون کے مہینے میں اس کی خوبصورتی اپنے شباب، رعنائی اپنے عروج، شادابی اپنی انتہا اور دلکشی اپنی معراج پر ہوتی ہے۔ یہاں کی فضائیں سکون بخش، مناظر دل فریب، وادیاں روح پرور، جھیلیں سحر انگیز اور پہاڑ عظمت و جلال کا مظہر نظر آتے ہیں۔ کشمیر کا سفر محض ایک سیاحت نہیں بلکہ حسنِ فطرت، عظمتِ قدرت اور جمالِ کائنات کے مشاہدے کا ایک یادگار تجربہ ہے۔ بلاشبہ یہ خطہ اپنی دلکشی، رعنائی، شگفتگی، لطافت، شادابی اور حسن و جمال کے باعث دنیا بھر کے حسین ترین مقامات میں ممتاز مقام رکھتا ہے اور ہر دیکھنے والے کے دل سے یہی صدا بلند ہوتی ہے:

* اگر فردوس بر روئے زمیں است *
* ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است۔ *

اسلامی سالِ نو ۱۴۴۸ھ کی دلی مبارکباد

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر بنایا، ان سے نسلِ انسانی کا آغاز فرمایا اور اس خاکدانِ گیتی کو انسانوں سے آباد کیا۔ اس کائنات کی تمام رعنائیاں، اس کی بہاریں، اس کی رونقیں اور اس کی ہر نعمت در حقیقت تاجدارِ کائنات، رحمۃٌ للعالمین حضور نبی اکرم ﷺ کے نورِ اقدس کے طفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا، اور اسی نورِ محمدی ﷺ کے صدقے آج بھی دنیا ہدایت، رحمت، محبت اور انسانیت کی روشنی سے منور ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

"اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔" (الأنبیاء:۱۰۷)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک زندگی اور موت، آمد و رفت، عروج و زوال، دن اور رات، چاند اور سورج، ستارے اور کہکشائیں اپنے مقررہ نظام کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ وقت کا یہ کارواں کبھی نہیں رکا، بلکہ ہر گزرتا لمحہ انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ دنیا عارضی ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے۔

لیل و نہار کی گردش، ماہ و سال کی تبدیلی اور زمانے کے بدلتے ہوئے مناظر ہمیں خود احتسابی کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں، اپنی کوتاہیوں پر ندامت کریں اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالیں۔

آج ہم اسلامی سال ۱۴۴۸ ہجری میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے، نہ کہ جنوری سے۔ یہ عظیم اسلامی تقویم حضور سیدِ عالم ﷺ کی تاریخی ہجرت کی یادگار ہے، جس نے اسلام کی دعوت کو نئی قوت، نئی وسعت اور نئی زندگی عطا کی۔ ہجرت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ دین کی سربلندی، ایمان کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرنا ہی اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔

محرم الحرام ان چار عظمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا ہے۔ یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس کی دسویں تاریخ کو میدانِ کربلا میں محافظ اسلام، نواسۂ رسول ﷺ، جگر گوشۂ بتول، سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے دینِ اسلام کی بقا، حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کے لیے اپنی جانوں کا بے مثال نذرانہ پیش کیا۔

واقعۂ کربلا تاریخِ انسانیت کا ایسا عظیم اور بے مثال باب ہے جس کی نظیر نہ اس سے پہلے ملتی ہے اور نہ قیامت تک مل سکتی ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم قربانی رہتی دنیا تک حق، صداقت، صبر، وفا، ایثار، استقامت اور ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کا ابدی پیغام دیتی رہے گی۔ یہ قربانی اعلان کرتی ہے کہ باطل خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، انجام کار شکست اسی کا مقدر ہے، جبکہ حق ہمیشہ سربلند رہتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بھول جائیں گے سب کچھ، کربلا نہ بھولیں گے
جو حسین پر گزری ہے، وہ جفا نہ بھولیں گے

اور ایک دوسرے شاعر نے حقیقتِ کربلا کو یوں بیان کیا:

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حقیقت یہ ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم نسبت رکھنے والی ہستی۔ اب جو بھی آئے گا، وہ نبی کریم ﷺ کا وارثِ علم ہوگا یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے والا غلامِ حسین ہوگا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہدائے کربلا کی عظیم قربانی ہر آنے والی نسل کو یہ پیغام دیتی رہے گی کہ اسلام تھا، اسلام ہے اور اسلام ہمیشہ رہے گا۔

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خوں ہے رواں چار یار کا

اسلامی سالِ نو صرف مبارکباد دینے کا نام نہیں، بلکہ یہ خود احتسابی، تجدیدِ ایمان، اصلاحِ نفس اور نئے عزم کے ساتھ زندگی گزارنے کا پیغام ہے۔ ہمیں چاہیے کہ گزرے ہوئے سال کا محاسبہ کریں کہ ہم نے کیا کھویا، کیا پایا، کہاں نیکیاں کمائیں اور کہاں کوتاہیاں رہ گئیں۔ پھر نئے سال کا آغاز سچی توبہ، نمازوں کی پابندی، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار، حسنِ اخلاق، والدین کی خدمت، صلہ رحمی، حقوق العباد کی ادائیگی اور سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کے مضبوط ارادے کے ساتھ کریں۔

آئیے! اس مبارک موقع پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ اسلامی سال ۱۴۴۸ ہجری کو پوری امتِ مسلمہ کے لیے امن، سلامتی، اتحاد، خیر و برکت، دین پر استقامت، باہمی محبت اور اخوت کا سال بنائے، ہمیں شہدائے کربلا کے نقشِ قدم پر چلنے، دینِ اسلام کی صحیح خدمت کرنے، حق پر ثابت قدم رہنے اور باطل سے نفرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

🌹 اسلامی سالِ نو ۱۴۴۸ھ آپ، آپ کے اہلِ خانہ اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے خیر، برکت، امن، سلامتی اور کامیابی کا پیامبر ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نئے سال میں اپنی رضا، اپنے محبوب ﷺ کی محبت اور دینِ متین کی خدمت نصیب فرمائے۔ آمین۔ 🌹

طالبِ دعا:
قاری رئیس احمد خان
چرہ محمد پور، فیض آباد
ضلع ایودھیا، اتر پردیش

شراب خور کی بے خودی

ارشاد احمد
۲۷ ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ

بے خودی کی کیفیت جس پر طاری ہو تو وہ اسی میں چور کچھ بھی زہر افشانی کرتا پھرتا ہے اور کہیں بھی جانے کے لیے ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ اس وقت شائستگی نام کی کوئی چیز اس کے اندر باقی نہیں رہتی۔ تہذیب کا دامن چھوڑ کر وہ ایک الگ دنیا میں جا بستا ہے جہاں اسے اپنے ہی جیسے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے؛ پھر تو نہ پوچھیے کہ اس کی کیف و مستی کا کیا عالم ہوتا ہوگا! اس قدر محویت اسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے کہ اسے گردونواح کی خبر نہیں ہوتی اور جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے، اسے کسی شے کا علم نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ مدہوشی سے ہوش کی جانب کوچ کرتا ہے، اس کا دماغ کچھ کام کرنا شروع کرتا ہے اور اسے کچھ سُدھ بُدھ آنے لگتی ہے، تو وہ جلدی سے اپنی حالت کو درست کرنے کے لیے اپنے گھر کی راہ لے لیتا ہے۔

اگر کوئی شخص شراب کا خوگر ہو، تو وہ نشے میں دھت سارا دن اپنی عمر ضائع کرتا پھرتا ہے۔ اہل خانہ کا ہر فرد اپنے اپنے طور اور حیثیت سے اسے فہمائش کرتا ہے اور ان سب چیزوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے، لیکن اس کے دماغ میں کچھ اور ہی چیزیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ جب سمجھاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ اس کے وجود کے ساتھ ساتھ دماغ بھی حاضر ہے اور غور سے سن بھی رہا ہے، اور اہل خانہ یہ امید لگائے رہتے ہیں کہ ان کا یہ شہزادہ آئندہ اس مہلک ترین مرض سے اجتناب کرے گا؛ مگر حقیقت کا پتہ تب چلتا ہے جب (نصیحت کے جواب میں غفلت کا) ایک تھپڑ رسید کیا جاتا ہے، تو وہ یکایک ہوش میں آتا ہے، ورنہ وہ کسی اور ہی دنیا میں مست تھا۔ یعنی اس کا وجود تو موجود تھا مگر دماغ کہیں اور ہی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

یہ خمار جو اس کے اوپر چڑھا ہے، دراصل اس کی خواہشاتِ نفسانی ہی ہیں جنھوں نے اسے اپنے دامِ تزویر میں پھنسایا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دوسروں کی ملامت اور معاشرے کی ذلت کو برداشت تو کر لیتا ہے، مگر اس لت کو چھوڑنا اس پر ناگوار گزرتا ہے۔ اس کے دل میں بیٹھا شیطان اسے ہمہ تن اس بات پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ اسی میں سرشار رہے۔ ہزار ذلت و رسوائی ہونے کے باوجود اسے ترک کرنا اس پر شاق گزرتا ہے اور یہ برائی معاشرے میں بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اربابِ دانش و بینش کے لیے یہ بات قابلِ اعتنا ہے کہ وہ منشیات پر پابندی لگائیں اور اس پر لگام دینا از حد ضروری ہے، تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ان نشہ آور چیزوں سے محفوظ رہیں۔

کچھ لوگ تو فطری ہی ایسے ہوتے ہیں اور وہ اس نوعیت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کا کوئی مرض نہیں ہوتا بلکہ وہ خلقی (پیدائشی) ہی ایسے ہوتے ہیں۔ ہزار کوششوں کے باوجود وہ صحت مند نہیں ہوتے۔ اس پر اہل خانہ معلوم نہیں کتنا پیسہ خرچ کر ڈالتے ہیں، مگر وہ مرض اس قدر ان کے جسموں میں سرایت کر جاتا ہے کہ دوبارہ نکلنا محال ہو جاتا ہے۔ ان کے لیے بجز دعا کے ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟ البتہ پہلی مذکورہ صورت (نشے کی لت) پر روک لگانے کی سعیِ بلیغ کرنی چاہیے؛ کیونکہ اگر اس پھیلتی ہوئی وبا کو نہیں روکا گیا تو جلد ہی اس کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی متعدی ہوتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ نصف سے زائد نوجوان اس میں اور اس نوعیت کی دوسری چیزوں میں مبتلا نظر آئیں گے، جس کی وجہ سے معاشرے کی فضا نہایت زہر آلود ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر اس پر توجہ دی گئی تو وہی بات ہوگی کہ "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے"۔ ہمیں اس پر بہت پہلے کام کرنا چاہیے تھا، مگر "دیر آید درست آید" کے تحت اس ناسور کو ختم کرنے کے لیے اب ایک طویل مدت درکار ہوگی، جسے مسلسل جدوجہد سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔

بدگمانی ایمان اور رشتوں کا دشمن

* از قلم~مہناز نوری فاطمی بنت محمد نور اللہ برکاتی *

بدگمانی (سوءِ ظن) اس منفی سوچ کا نام ہے جس میں انسان بغیر کسی واضح دلیل یا معتبر ثبوت کے دوسروں کے بارے میں برا گمان قائم کر لیتا ہے۔ بظاہر یہ صرف ایک خیال محسوس ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہی خیال دلوں میں نفرت، رشتوں میں دوری اور معاشرے میں بے اعتمادی کا سبب بن جاتا ہے۔

اسلام نے بدگمانی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ انسان کو غیبت، بہتان اور ناانصافی جیسی برائیوں کی طرف لے جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

(ترجمۂ کنز الایمان، سورۃ الحجرات: آیت ۱۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ.

بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۰۶۴)

بدگمانی سب سے پہلے انسان کے اپنے دل کا سکون چھین لیتی ہے۔ ایسا شخص ہر عمل میں شک اور ہر رویے میں برائی تلاش کرنے لگتا ہے۔ نتیجتاً اعتماد ختم ہو جاتا ہے، محبتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور قریبی رشتے بھی کمزور ہونے لگتے ہیں۔

اس بیماری کا علاج حسنِ ظن، تحقیق اور تقویٰ میں ہے۔ کسی کی بات یا عمل کو فوراً منفی معنی پہنانے کے بجائے اس کا اچھا پہلو سوچنا چاہیے اور بغیر تحقیق کے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ جو دل دوسروں کے لیے خیر خواہی رکھتا ہے، وہی دل حقیقی سکون اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے قریب ہوتا ہے۔

* بدگمانی سے بچنے کا علاج *

* حسنِ ظن اختیار کریں: * جب تک واضح دلیل نہ ہو، اپنے مسلمان بھائی یا بہن کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔ کسی بھی سنی سنائی بات پر بغیر تحقیق کے یقین نہ کریں۔

* تحقیق کے بغیر فیصلہ نہ کریں: * کسی خبر یا الزام کو فوراً سچ نہ مانیں، بلکہ اس کی تصدیق کریں۔

* جلد بازی سے بچیں: * وقتی جذبات میں آکر دوسروں کے بارے میں منفی رائے قائم کرنا اکثر غلط ثابت ہوتا ہے۔

* غیبت اور چغلی سے دور رہیں: * یہ عادتیں بدگمانی کو بڑھاتی ہیں اور دلوں میں نفرت پیدا کرتی ہیں۔

* اپنے نفس کا محاسبہ کریں: * دوسروں کی نیت پر شک کرنے کے بجائے اپنی اصلاح پر توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں: پاکیزہ دل اور حسنِ اخلاق کی توفیق مانگیں، کیونکہ دلوں کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں بدگمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

قارئین کرام اپنی نگارشات اور مضامین ہمارے ای میل پر ارسل کریں ایڈیٹر کو حسب ضرورت تصرف کا حق حاصل ہوگا اختلافی مضامین سے گریز کریں ہم آپ کے مشکور ہوں گے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786,

فاران ہربل کمپنی تیزی سے کامیابی کی نئی منزلوں کی جانب گامزن

یونانی اور آیورویدک طب کے میدان میں فاران ہربل کمپنی آج ایک معتبر اور قابلِ اعتماد نام بن چکی ہے۔ اپنے معیاری، مجرب اور اصولی طریقۂ کار کی بدولت یہ کمپنی نہ صرف عوام کا اعتماد حاصل کر رہی ہے بلکہ روز بروز ترقی کی نئی منزلوں کو بھی طئے کر رہی ہے۔

فاران ہربل نے اپنی ڈسٹری بیوشن پالیسی میں علماء کرام کو خصوصی ترجیح دی ہے تاکہ وہ اپنے دینی فرائض کے ساتھ ساتھ معاشی استحکام بھی حاصل کر سکیں۔ آج ملک کے مختلف علاقوں سے بڑی تعداد میں علماء کرام اس کمپنی کی مصنوعات کے ذریعے باعزت ذریعہ معاش حاصل کر رہے ہیں۔

فاران ہربل کے ڈائریکٹرز حکیم صدام حسین رضوی، حکیم ابوالکلام نظامی علیمی اور زی اسکوائر فارما بحرین عرب کے ڈائریکٹر جناب اشفاق صاحب نے یونانی و آیورویدک شعبے میں ایک نئی سوچ، نیا معیار اور ایک مثبت انقلاب برپا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ایک مرتبہ فاران ہربل کمپنی سے وابستہ ہوتے ہیں وہ اس کمپنی کے معیار، اخلاص اور خدمات کے معترف ہو جاتے ہیں۔

فاران ہربل کمپنی کے قیام کو ایک سال مکمل ہو چکا ہے، اگرچہ کمپنی کی رجسٹریشن کو دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے یہ کمپنی مرکزی دفتر شہر بیجاپور (وجئے پورہ)، صوبہ کرناٹک میں واقع ہے۔ مختصر مدت میں اس کمپنی نے جس تیزی سے ترقی کی منزلوں کو طے کیا ہے وہ یونانی اور آیورویدک شعبے میں ایک نمایاں مثال بن چکی ہے۔ کرناٹک کے ضلع بیجاپور (وجئے پورہ) میں قائم اس کمپنی کا کاروباری نیٹ ورک آج ملک کے تقریباً ہر صوبے اور شہروں تک پھیل چکا ہے۔ معیار، اعتماد اور عوامی خدمت کے اصولوں پر قائم فاران ہربل نے بہت کم وقت میں ہزاروں لوگوں کا اعتماد حاصل کیا ہے۔

کمپنی کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ہزاروں علماء کرام، ائمہ مساجد اور مؤذن حضرات کو روزگار کا موقع فراہم کیا ہے۔

فاران ہربل کے تیار کردہ مجرب نسخہ جات کے نتیجے میں آج عوام میں یونانی اور آیورویدک طب پر دوبارہ اعتماد بحال ہو رہا ہے۔ ملک کے متعدد بزرگ اساتذہ، محققین اور تجربہ کار اطباء، جنہوں نے اپنی زندگیاں تحقیق، تدریس اور تجربات میں صرف کی، اپنے قیمتی نسخہ جات اور تجربات اس کمپنی کے حوالے کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فاران ہربل کی مصنوعات پر عوام کا اعتماد دن بہ دن بڑھ رہا ہے اور لوگ مثبت نتائج کے بعد اس کمپنی کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

کمپنی کے ڈائریکٹرز کا کہنا ہے کہ معیار پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر زعفران مارکیٹ میں ۳۰۰ روپے فی گرام دستیاب ہے تو صرف مارکیٹنگ کے مقصد سے اسے ۵۰ روپے فی گرام کے حساب سے فروخت کرنا یا معیار میں کمی کرنا درست طرزِ عمل نہیں۔

فاران ہربل اس اصول پر کاربند ہے کہ ہر فارمولا اصل، خالص اور معیاری اجزاء کے ساتھ تیار کیا جائے اور اس کی قیمت بھی اسی معیار کے مطابق رکھی جائے۔ آج مارکیٹ میں بہت سی ایسی مصنوعات موجود ہیں جو بظاہر کم قیمت کی ہوتی ہیں لیکن ان میں استعمال ہونے والے اجزاء کا معیار مطلوبہ سطح کا نہیں ہوتا۔

بعض جڑی بوٹیاں ہزاروں روپے فی کلو کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں جبکہ انہی کے نام پر تیار شدہ بعض پاؤڈر اور کمپاؤنڈ فارمولے انتہائی کم قیمت میں دستیاب ہوتے ہیں۔ نتیجتاً مریض مہینوں تک مختلف کمپنیاں اور مختلف دوائیں تبدیل کرتے رہتے ہیں مگر خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔

فاران ہربل نے ہمیشہ اعلیٰ معیار، مستند خام مال، کوالٹی کنٹرول اور مینوفیکچرنگ کے اصولوں کی پابندی کو اپنی اولین ترجیح بنایا ہے۔ کمپنی کا مؤقف ہے کہ اگر کوئی فارمولا ۱۰۰ فیصد معیار کے ساتھ تیار ہوتا ہے تو اس کی قیمت بھی اسی معیار کے مطابق رکھی جائے، جبکہ مارکیٹنگ کے نام پر گھٹیا معیار کی ادویات سے مکمل اجتناب کیا جائے گا۔

یہ کمپنی بنیادی طور پر اتر پردیش سے تعلق رکھنے والے دو محنتی اور مخلص افراد کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جن کی جدوجہد نے آج فاران ہربل کو ایک مضبوط شناخت عطا کی ہے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں کم آمدنی والے علماء، ائمہ اور مؤذن حضرات کو اضافی ذریعہ معاش حاصل ہوا ہے اور وہ عزت و وقار کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔

فاران ہربل کا یہ اقدام صرف طب کی خدمت نہیں بلکہ معاشرے کے ایک اہم طبقے کی معاشی معاونت بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص میں اس کمپنی کے لیے اعتماد اور محبت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ عوام سے اپیل ہے کہ معیاری یونانی و آیورویدک ادویات کے فروغ، دیانت دارانہ کاروباری طرزِ عمل اور علماء کرام کے روزگار کے اس منفرد مشن کی حوصلہ افزائی کے لیے فاران ہربل کا تعاون کریں یہ تعاون پیسے سے نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے قریب یونانی و آیورویدک دکانداروں سے فاران ہربل کا پروڈکٹ مانگیں اور لوگوں میں اعتماد برقرار رکھیں۔

Website: www.faranherbals.in
Head Office: Bijapur (Vijayapura), Karnataka, India 586101

نجات کے حصول کے لئے تین چیزوں پر عمل کرنے کی ضرورت

جامع مسجد سجور اور مسجد ابو بکر صدیق جوا کھر میں ممتاز عالم دین مولانا سرفراز احمد قاسمی کا خطاب
بھاگلپور ۱۴ جون (پریس ریلیز)

آج مسلمان پریشان ہے، در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، مشکلات کا شکار ہے، چاروں جانب مسائل سے گھرا ہوا ہے، اردگرد مسائل کا انبار ہے، مسلمان ان سے نجات حاصل کرنے اور انکے حل کے لئے سرگرداں ہے، ہم نجات کی تلاش میں ہیں، چھٹکارے اور نجات کے راستے تلاش کر رہے ہیں لیکن نجات کی راہیں کیا ہیں؟ یہ کہاں ملے گی؟ نجات کا حصول کیسے ہوگا؟ اسکا طریقہ کار کیا ہو؟ قرآن وشریعت میں یہ ساری رہنمائی اور اسکا حل پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے، سوال یہ ہے کہ پھر ہم اسلامی تعلیمات اور قرآنی ہدایات کو چھوڑ کر دوسری طرف نجات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟ ان خیالات کا اظہار ملک کے ممتاز عالم دین اور معروف صحافی مولانا سرفراز احمد قاسمی جنرل سکریٹری کل ہند معاشرہ بچاؤ تحریک حیدرآباد نے اپنے خطاب کے دوران کیا، وہ جامع مسجد سجور اور مسجد ابو بکر صدیق میں اجتماع سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی جس انداز میں تربیت اور ان کی اصلاح فرمائی، اس کی مثال تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی، یہ صرف اسلام ہی خصوصیت ہے، اسلام ایک ایسا واحد مذہب ہے جس نے تربیت اور ٹریننگ کے بعد صحابہ کی ایسی جماعت تیار کی جو زندگی کے ہر شعبے اور موڑ پر رہنما اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے، ایک حدیث کے حوالے سے انھوں نے کہا کہ حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ نجات کس میں ہے؟ نجات کے حصول کا طریقہ کیا ہے اور نجات کہاں ملے گی؟ مین نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں، ذخیرہ حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی دنیا کا بھی سوال کرتا تو آپ ہمیشہ ایسی تعلیم دیتے جس کی بنیاد پر وہ دین کی طرف مائل ہو جاتا تھا، ایسا نہیں تھا کہ کوئی ہم سے دنیا کا راستہ پوچھے تو دنیا ہی کا راستہ بتاؤں، ایک مرتبہ حضرت حکیم ابن حزام تشریف لائے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں غریب ہوں کچھ دے دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عنایت فرمایا، کچھ دنوں کے بعد پھر تشریف لائے، پھر آپ نے عنایت فرمایا، کچھ دنوں کے بعد وہ پھر آئے اور آپ نے عنایت فرمادیا، چوتھی مرتبہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تو ضرور لیکن فورا ایک بات ارشاد فرمائی کہ حکیم مال بڑا، ہرا، بھرا اور میٹھا لگتا ہے فرمایا اگر مانگتے رہو گے تو خدا بھی منگواتا ہی رہے گا اس سے بہتر یہ کیوں نہیں کرتے کہ ایک کلہاڑی، رسی لے لو اور نکل جاؤ جنگل کی طرف، لکڑیاں کاٹو، بیچو، دیکھو مانگنے میں بھی ذلت ہے اور اس کاروبار میں بھی ذلت ہے، لیکن مانگنے کی ذلت کے مقابلے میں یہ کم ہے، فوری طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے دنیا کے دین کی طرف مائل کر دیا اور اشارہ فرمایا کہ تجارت کروگے تو برکت بھی ہوگی ذلت سے بھی بچوگے اور مزید بات یہ ہے کہ سنت کے

مطابق ہوگا تو تجارت میں ثواب بھی ملے گا، اس طرح فورا آخرت کی طرف مائل کر دیا، اس طرح کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی، مولانا قاسمی جو ایک سینئر کالم نگار ہیں نے مزید کہا کہ حضرت عقبہ ابن عامر نے یہ سوال کیا کہ نجات کس میں ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا وہ غور طلب ہے، اگر ہم سے کوئی پوچھتا کہ نجات کس میں ملے گی؟ تو ہم شاید یہی کہتے کہ بینک بیلنس بنالو، نجات مل جائے گی، پیسہ جمع کرلو نجات مل جائے گی، بہترین قسم کا مکان بنا لو، نجات مل جائے گی، قیمتی گاڑی خرید لو نجات مل جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جا رہا ہے کہ نجات کس چیز میں ملے گی تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ بیان فرمایا یہ وہ طریقے ہیں جو اللہ سے لے کر بیان کیے جا رہے ہیں، آپ نے فرمایا اگر نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے تین طریقے ہیں، یہ تین طریقے اختیار کرلو، تمہیں نجات مل جائے گی اور اللہ تعالی تمہیں نجات عطا کرے گا، پہلا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان پر قابو رکھو، اسکو کنٹرول میں رکھو، کیونکہ دنیا کے سارے فتنے اسی زبان کی بنیاد پر ہو رہے ہیں، اسی زبان نے دنیا میں فتنے کھڑے کیے، شوہر بیوی کے جھگڑے اسی زبان کی بنیاد پر، بھائیوں کے درمیان اختلاف و انتشار اسی زبان کی بنیاد پر، یہ ذرا سی ہلتی ہے، بغیر سوچے سمجھے کوئی بات کہہ دیا کرتی ہے، اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر کوئی بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے، مولانا نے مزید کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہفتے میں ایک مرتبہ شیطان اپنے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو سمندر کی سطح پر جمع کرتا ہے، باقاعدہ اپنا اسٹیج لگاتا ہے اور اپنے تمام چھوٹے چھوٹے شیاطین سے حساب لیتا ہے کہ بتاؤ تم نے کیا کیا؟ ہر شیطان اپنے اعتبار سے اپنا اپنا کام بیان کرتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ میں نے نماز چھوڑوائی، کوئی کہتا ہے کہ میں نے روزہ چھڑایا، کوئی کہتا ہے کہ میں نے زکوۃ ادا کرنے سے روکا، کوئی کہتا ہے کہ میں نے جھوٹ بلوایا، کوئی کہتا ہے کہ میں نے جھوٹی گواہی دلوائی، کوئی کچھ کہتا ہے، ہر ایک کو بڑا ابلیس دھتکار دیتا ہے کہ تم لوگوں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا، نماز چھڑائی کوئی بڑا کام نہیں کیا، وہ بعد میں قضا کر لے گا، روزہ چھڑا دیا تو کوئی بڑا کام نہیں کیا وہ بعد میں رکھ لے گا، ایک شیطان کھڑا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے شوہر بیوی کے درمیان جھگڑا کرا دیا، حتی کہ طلاق تک نوبت پہنچائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بڑا ابلیس اس کو سینے سے لگا لیتا ہے، اس کے سر پر اپنا تاج رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا، یہ زبان کی کرشمہ سازی ہے، یہ ذرا سی ہلی اور ایک بہت بڑا فتنہ وجود میں آگیا، مولانا قاسمی نے کہا کہ نجات کے حصول کے لئے پہلی چیز ہے زبان کو قابو میں رکھنا، اس پر کنٹرول کرنا اور دوسری چیز جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو لازم رکھو، یعنی بغیر ضرورت اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو، کیونکہ کہ فتنے منہ کھولے کھڑے ہیں، اگر کوئی گناہ نہ بھی کیا تو کم از کم آنکھوں کی خیانت کا گناہ تو ہو ہی جائے گا، بد نظری کا گناہ تو ہو ہی جائے گا، علماء نے لکھا ہے کہ جب تک انسان اپنے گھروں میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے، اس وقت گناہوں کا امکان ہے کہ وہاں گناہوں سے بچا رہتا ہے، بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارنا یہ بھی عبادت ہے اور یہ بھی نیکی کا کام ہے تو بغیر ضرورت اپنے گھروں سے نکلنے سے گریز کرنا چاہیے، جب ہم بغیر ضرورت اپنے گھر سے نکلیں گے تو اپنے وقت کو ضائع کرنے والے بنیں گے، ہاں اگر کوئی ضرورت ہے تو شریعت نے گھر سے باہر نکلنے کے لئے بالکل منع نہیں کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ضرورت کی بنیاد پر بازار جانا، گھروں سے باہر نکلنا، محلوں میں جانا اور دوسرے کام کو انجام دینا یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور ضرورت کی بنیاد پر گھر سے نکلنا چاہیے، اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو بغیر ضرورت گھروں سے باہر وقت گزاری کرنا یہ بہرحال فتنے کا سبب ہے۔

مولانا نے مزید کہا کہ نجات کے حصول کا تیسرا طریقہ اور تیسری چیز اپنے گناہوں پر کثرت کے ساتھ رویا کرو، یہ ایسی نصیحت ہے جو آخرت کو یاد دلانے والی ہے، ہر انسان کو قبر کے اندر جانا ہے، سارے مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن موت کے باب میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہر قوم موت کو تسلیم کرتی ہے، ہم سبکی زندگیوں میں معاصی ہیں، سوائے انبیاء کرام کے، انبیاء کی ذات معصوم ہوتی ہیں، ان سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا، ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اس لئے ہمیں اپنے خطاؤں اور گناہوں پر خوب رونا چاہئے، اللہ کے سامنے گڑگڑانا چاہئے، اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم اوپر کی ان تین چیزوں پر پابندی کے ساتھ عمل کر لیتے ہیں تو انشاءاللہ ہمارے نجات کے حصول کے لیے یہ تین چیزیں کافی ہیں، پہلی چیز اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اس پر مکمل کنٹرول کرنا اور دوسری چیز بغیر ضرورت کے اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور تیسری چیز اپنے گناہوں اور خطاؤں پر اللہ کے سامنے رونا، گڑگڑانا اور آخرت کی طرف متوجہ رہنا حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تین چیزیں تمہاری نجات کے لیے کافی ہے اور انشاءاللہ ان تین چیزوں پر عمل کر لینے سے ہماری نجات ہو جائے گی، اللہ تعالی ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا قاسمی کی دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

ماسٹر محمد عالم انصاری رشتہ ازدواج سے منسلک،

سیتامڑھی،
پریس ریلیز، مورخہ ۱۳ جون ۲۰۲۶ عیسوی کو قصبہ پریہار باشندہ، مڈل اسکول پمراڈمرا کے فرض شناس معلم اور پریہار چوک کے مشہور و معروف مکینک، نیک دل انسان محمد علاؤ الدین انصاری مرحوم کے صاحبزادے ماسٹر محمد عالم انصاری صاحب رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو گئے، ان کا رشتہ پریم نگر سوہئی باشندہ اور ڈمرا کورٹ کے مشہور معروف منصور ٹیلرس کے پروپرائٹر ماسٹر عبدالغفور انصاری کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ گلناز خاتون سے ہوا، ان کا نکاح پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا قاری محمد نظام الدین قادری بانی جامعہ نظامیہ للبنات ملحقہ خانقاہ قادری گورنر پورہ نیپال نے پڑھایا، بارات میں مختلف شعبوں سے وابستہ افراد تاجرانہ ذہنیت کے مالکان، لیکچرار، پروفیسران اور ٹیچر حضرات و دیگر معززین وعمائدین نے شرکت کر دولہا دلہن کو مبارکباد پیش کیا اور نیک خواہشات کا اظہار کیا موقع پر مولانا محمد اشفاق مصباحی اکڈنڈی قاری محمد اشتیاق احمد قادری امام احمد رضا جامع مسجد خلافت باغ سیتامڑھی، مولانا رحمت اللہ صاحب خطیب و امام خواجہ غریب نواز مسجد سوہی پریم نگر، سابق ضلع پریشد امیدوار، اور سماجی کارکن محمود انصاری، ماسٹر راشد فہمی، ماسٹر عبدالقدیر ماسٹر شمیم انصاری، عبدالحیٔ سابق مکھیا پریہار، محمد ببلو محمد، ممتاز محمد جہانگیر محمد مختار سرسنڈ، محمد ارشد اندروا، محمد حشمت ملاہی، ماسٹر ذیشان پریہار، ماسٹر منصور عالم، ماسٹر منظور عالم، عبدالجلیل انصاری آفتاب عالم سہراب علی، مولانا تمنے کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی واضح ہو کہ محفل نکاح سے ایک شب قبل نوشہ کے گھر پہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام رکھا گیا جس میں باہر سے آئے ہوئے تمام علماء کرام کو رومال پیش کر کے ان کا استقبال کیا گیا، ملحوظ رہے کہ رخصتی کے دوسرے دن ۱۵ جون کی شام پر تکلف عشائیہ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں رشتہ دار اور مقامی دوستو واحباب کے علاوہ پریم نگر سوہئی کے مہمانوں نے شرکت کی

، رپورٹ
ابو افسر مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

آخر مساجد ہی کیوں نشانے پر ہیں

محمد عادل ارریاوی

کبھی کبھی کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں جو زبان سے زیادہ دل میں جنم لیتے ہیں۔ جتنا ان کے بارے میں سوچا جائے اتنا ہی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ آج انہی سوالات میں سے ایک سوال میرے ذہن میں بار بار گردش کرتا ہے کہ آخر مساجد ہی کیوں نشانے پر ہیں؟

جب بھی کسی مسجد کا نام سامنے آتا ہے تو کہیں نہ کہیں یہ دعویٰ کر دیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے مندر تھا مورتی تھی یا کوئی اور مذہبی آثار موجود تھے۔ ایک مسجد کے بعد دوسری مسجد ایک شہر کے بعد دوسرا شہر گویا یہ سلسلہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ ایسے میں ایک عام مسلمان کے دل میں یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ کیا اس پورے ملک میں صرف مساجد ہی ایسی عمارتیں ہیں جن پر اعتراض کیا جا سکتا ہے؟

مسجد مسلمانوں کے لیے صرف عبادت کی جگہ نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کے ایمان تہذیب تاریخ اور شناخت کی علامت بھی ہوتی ہے۔ مسجد کی اذان میں ایک مسلمان اپنے رب کی پکار سنتا ہے مسجد کی دیواروں میں اسے اپنے بزرگوں کی عبادتوں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور مسجد کے صحن میں اسے روحانی سکون نصیب ہوتا ہے۔ جب انہی مساجد کو بار بار تنازعات کا موضوع بنایا جاتا ہے تو اس

سے مسلمانوں کے دل زخمی ہوتے ہیں۔

سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض لوگ مسلمانوں کو اس ملک میں اجنبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ سرزمین جتنی دوسروں کی ہے اتنی ہی مسلمانوں کی بھی ہے۔ ہمارے آباء و اجداد نے اسی مٹی میں آنکھ کھولی اسی مٹی پر زندگی گزاری اور اسی مٹی میں دفن ہوئے۔ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ ان قربانیوں کی گواہ ہے جو مسلمانوں اور علماءِ کرام نے اس ملک کے لیے پیش کیں۔ ان قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اگر کسی کو کسی تاریخی مسئلے پر اختلاف ہے تو اس کا حل عدالت تحقیق اور انصاف کے ذریعے تلاش کیا جانا چاہیے نہ کہ نفرت اور اشتعال کے ذریعے۔ ایک مہذب معاشرے کی پہچان یہ نہیں کہ وہ اپنے اختلافات کو بڑھاتا رہے بلکہ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرے۔

آج اس بات کی ضرورت ہے کہ نفرت کے بجائے محبت کو فروغ دیا جائے تعصب کے بجائے انصاف کو ترجیح دی جائے اور ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے اعتماد اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے۔ کیونکہ وطن نفرت سے نہیں بنتے وطن محبت قربانی عدل اور باہمی احترام سے مضبوط ہوتے ہیں۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں اپنے رب پر بھروسہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عزت و ذلت کا مالک صرف اللہ ربّ العزت ہے۔ حالات جیسے بھی ہوں آزمائشیں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں مسلمان صبر حکمت اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑتا۔ ہمارا یقین ہے کہ ظلم وقتی ہو سکتا ہے لیکن انصاف اور سچائی ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

آر ایس ایس: قانون اور آئین سے بالاتر یا آئینی احتساب کی پابند؟

ڈاکٹر سید تابش امام، کاکو، جہان آباد

ہندوستانی جمہوریت کی اصل طاقت اور پہچان اسی حقیقت میں مضمر ہے کہ یہاں کوئی فرد، جماعت یا ادارہ قانون اور آئین کی بالادستی سے بالاتر نہیں سمجھا جاتا؛ یہی اصول جمہوری نظام کی بنیاد، آئین ہند کی روح اور قانون کی حکمرانی کا اصل مفہوم ہے۔ آئین شہریوں کو جہاں وسیع بنیادی حقوق عطا کرتا ہے، وہیں مساوات، شفافیت، جوابدہی اور قانون کی بالادستی کو بھی جمہوری نظام کی ناگزیر شرائط قرار دیتا ہے۔ اسی لیے جب ملک کی سماجی، ثقافتی اور سیاسی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرنے والی کسی تنظیم سے متعلق سوالات اٹھتے ہیں تو انہیں محض سیاسی مخالفت یا نظریاتی کشمکش کے تناظر میں نہیں دیکھا جانا چاہیے، بلکہ جمہوری احتساب اور آئینی اصولوں کے تناظر میں جانچنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

گزشتہ دنوں کرناٹک کے وزیر پریانک کھڑگے کی جانب سے راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی قانونی حیثیت، مالیاتی شفافیت اور تنظیمی ڈھانچے سے متعلق اٹھائے گئے سوالات نے ایک بار پھر ملک میں احتساب، شفافیت اور قانون کی بالادستی کے حوالے سے جاری آئینی بحث کو مہمیز دی ہے۔ یہ بحث محض آر ایس ایس تک محدود نہیں بلکہ اس وسیع تر سوال سے جڑی ہوئی ہے کہ ہندوستان میں عوامی زندگی پر اثرانداز ہونے والے بڑے اداروں اور تنظیموں کی جوابدہی کا معیار کیا ہونا چاہیے۔ کیا ایسی تنظیمیں جو قومی سطح پر رائے عامہ اور پالیسی سازی پر اثرانداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہوں، خود کو عوامی احتساب کے سوالات سے بالاتر تصور کر سکتی ہیں؟

آر ایس ایس کی بنیاد ۱۹۲۵ میں ناگپور میں ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈگیوار نے رکھی تھی۔ گزشتہ تقریباً ایک صدی کے دوران یہ تنظیم ایک محدود نظریاتی حلقے سے نکل کر ایک وسیع اور منظم نیٹ ورک میں تبدیل ہو چکی ہے۔ آج اس کے زیر اثر یا اس سے نظریاتی قربت رکھنے والی متعدد تنظیمیں تعلیم، سماجی خدمت، مزدور تحریک، طلبہ امور، قبائلی بہبود، مذہبی سرگرمیوں اور فلاحی کاموں میں سرگرم ہیں۔

سیاسی سطح پر بھی اس کے اثرات سے انکار ممکن نہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی سمیت متعدد تنظیموں اور شخصیات کے ساتھ اس کی فکری قربت اور تاریخی وابستگی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس کو محض ایک سماجی تنظیم قرار دینا اس کے حقیقی اثر و رسوخ کی مکمل عکاسی نہیں کرتا۔

پریانک کھڑگے نے اپنے سوالات میں اس جانب توجہ مبذول کرائی ہے کہ ملک میں سرگرم ٹرسٹ، سوسائٹیاں، غیر سرکاری تنظیمیں اور فلاحی ادارے مختلف قوانین کے تحت رجسٹریشن، حسابات کے اندراج، مالیاتی آڈٹ اور دیگر قانونی تقاضوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اگر ایک محدود وسائل رکھنے والی فلاحی تنظیم بھی اپنی آمدنی اور اخراجات کے بارے میں جوابدہ ہے تو پھر ایک ایسی تنظیم کے بارے میں سوال اٹھانا کیوں غیر مناسب سمجھا جائے جو ملک بھر میں ہزاروں شاخوں کے ذریعے سرگرمِ عمل ہو اور جس کا اثر سماج کے مختلف شعبوں تک پھیلا ہوا ہو؟

پریانک کھڑگے کی جانب سے اٹھائے گئے ان سوالات کے جواب میں آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے یہ مؤقف پیش کیا کہ تنظیم ایک رضاکارانہ اور نظریاتی تحریک ہے، اس لیے اسے کسی باضابطہ رجسٹریشن کی ضرورت نہیں۔ ان کے مطابق آر ایس ایس کی ساخت اور نوعیت ایسی ہے کہ اس کے وجود کو کسی قانونی رجسٹریشن سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ بظاہر یہ موقف آئینی آزادیوں سے ہم آہنگ نظر آتا ہے کیونکہ آئین ہند کا آرٹیکل ۱۹(۱)(c) شہریوں کو انجمنیں اور تنظیمیں قائم کرنے کا بنیادی حق فراہم کرتا ہے۔ انجمن سازی کی یہ آزادی جمہوری معاشرے کا ایک اہم ستون بھی سمجھی جاتی ہے۔

تاہم آئینی حقوق کے ساتھ قانونی ذمہ داریاں بھی وابستہ ہوتی ہیں۔ کسی تنظیم کو وجود میں آنے اور سرگرم رہنے کا حق ضرور حاصل ہے، لیکن جب وہ جائیداد کی مالک ہو، چندے اور عطیات وصول کرے، مالیاتی لین دین انجام دے یا مختلف شعبوں میں عوامی اثرات مرتب کرے تو بعض قانونی اور انتظامی تقاضے ناگزیر ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی بیشتر جمہوریتوں میں یہی اصول اختیار کیا گیا ہے کہ عوامی زندگی میں جتنا زیادہ اثر و رسوخ ہوگا، اتنی ہی زیادہ شفافیت اور جوابدہی کا مطالبہ بھی سامنے آئے گا۔

درحقیقت موجودہ بحث کا اصل نکتہ آر ایس ایس کے قانونی وجود کا نہیں بلکہ اس کے عوامی کردار کا ہے۔ جمہوری نظام میں طاقت اور احتساب ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ جو ادارے یا تنظیمیں سماجی رویوں، سیاسی مباحث اور قومی ترجیحات پر اثرانداز ہوتی ہیں، ان سے شفافیت کی توقع بھی فطری طور پر کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوامی اثر و رسوخ رکھنے والے اداروں کے بارے میں سوالات کو جمہوری عمل کا حصہ سمجھا جاتا ہے، نہ کہ ان کے خلاف کسی سازش یا تعصب کا اظہار۔

یہی تصور آئین ہند کے آرٹیکل ۱۴ میں بھی جھلکتا ہے جو قانون کے سامنے مساوات اور مساوی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ سپریم کورٹ نے متعدد تاریخی فیصلوں میں واضح کیا ہے کہ "قانون کی حکمرانی" (Rule of Law) آئین کے بنیادی ڈھانچے کا حصہ ہے۔ کیشوانند بھارتی مقدمہ سمیت کئی اہم فیصلوں میں عدالت عظمیٰ نے اس اصول کی توثیق کی ہے کہ ریاستی نظام میں کسی فرد یا ادارے کو بلاجواز خصوصی استثنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر مختلف تنظیموں اور اداروں سے شفافیت اور حساب دہی کی توقع کی جاتی ہے تو اصولی طور پر یہی معیار دیگر بااثر اداروں پر بھی لاگو ہونا چاہیے۔

تاریخی طور پر بھی آر ایس ایس اور ریاست کے تعلقات ہمیشہ بحث کا موضوع رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ میں مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد حکومت ہند نے آر ایس ایس پر پابندی عائد کر دی تھی۔ اگرچہ بعد ازاں بعض شرائط اور یقین دہانیوں کے بعد یہ پابندی ہٹا لی گئی، اور گاندھی جی کے قتل کے مقدمے میں آر ایس ایس کی براہِ راست مجرمانہ ذمہ داری عدالت میں ثابت نہیں ہو سکی، تاہم یہ واقعہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ تنظیم طویل عرصے سے عوامی اور حکومتی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اسی طرح ۱۹۷۵ کی ایمرجنسی کے دوران بھی آر ایس ایس پابندیوں اور سرکاری کارروائیوں کا سامنا کر چکی ہے۔ یہ تاریخی حقائق اس امر کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ آر ایس ایس ہمیشہ سے قومی مباحث کا ایک اہم موضوع رہی ہے۔

اس پوری بحث کا ایک اہم پہلو مالیاتی شفافیت بھی ہے۔ دنیا کی مستحکم جمہوریتوں میں بڑے عوامی اثر و رسوخ رکھنے والے اداروں کے مالی ذرائع، اخراجات اور تنظیمی ڈھانچے کے بارے میں کم از کم بنیادی معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ اس کا مقصد کسی ادارے کی آزادی کو محدود کرنا نہیں بلکہ عوامی اعتماد کو مضبوط بنانا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

شفافیت کسی بھی ادارے کی اخلاقی ساکھ میں اضافہ کرتی ہے، جبکہ غیر ضروری ابہام اور معلومات کی کمی سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

یہاں ایک اور اصولی پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ اگر کل کسی مسلم، عیسائی، سکھ، ہندو یا کسی دوسری مذہبی و نظریاتی تنظیم کے بارے میں یہی سوالات اٹھائے جائیں تو کیا ہمارا معیار مختلف ہونا چاہیے؟ یقیناً نہیں۔ آئینی جمہوریت میں قانون کا اطلاق افراد، عقائد اور نظریات کی بنیاد پر نہیں بلکہ اصولوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہی مساوات کا تقاضہ ہے اور یہی انصاف کی روح بھی۔

آر ایس ایس کے حامیوں کا موقف ہے کہ تنظیم بنیادی طور پر قومی کردار سازی، سماجی خدمت، رضاکارانہ سرگرمیوں اور ثقافتی بیداری کے فروغ کا کام انجام دیتی ہے۔ اس دعوے کو یکسر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ مختلف مواقع پر قدرتی آفات اور سماجی سرگرمیوں میں تنظیم کے رضاکاروں کی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔ تاہم جمہوری معاشروں میں سماجی خدمت اور عوامی اثر و رسوخ کسی ادارے کو احتساب کے اصولوں سے مستثنیٰ نہیں بناتے۔ جدید جمہوری نظم کا بنیادی اصول یہی ہے کہ طاقت خواہ سیاسی ہو، سماجی ہو یا نظریاتی، اس کے ساتھ جوابدہی بھی لازم ہے۔ درحقیقت مسئلہ آر ایس ایس کے حق یا مخالفت کا نہیں بلکہ ہندوستانی جمہوریت کے بنیادی اصولوں کا ہے۔ اگر ملک واقعی آئینی حکمرانی، قانون کی بالادستی اور مساوات کے تصور پر یقین رکھتا ہے تو احتساب اور شفافیت کے اصول سب کے لیے یکساں ہونے چاہئیں۔ یہی اصول سیاسی جماعتوں، کارپوریٹ اداروں، غیر سرکاری تنظیموں، مذہبی اداروں اور سماجی تحریکوں پر بھی نافذ ہوتے ہیں۔ جمہوریت کی مضبوطی کا انحصار اسی بات پر ہے کہ قانون کا پیمانہ سب کے لیے ایک ہو، نہ کہ افراد، نظریات یا تنظیموں کے لحاظ سے بدلتا رہے۔

آر ایس ایس اپنی صد سالہ تکمیل کے قریب ہے۔ ایک صدی کا سفر یقیناً کسی بھی تنظیم کے لیے قابلِ ذکر سنگِ میل ہے، لیکن تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اداروں کی اصل عظمت ان کی عمر یا اثر و رسوخ سے نہیں بلکہ اس بات سے متعین ہوتی ہے کہ وہ تنقید، سوالات اور عوامی احتساب کا سامنا کس اعتماد کے ساتھ کرتے ہیں۔ مضبوط ادارے سوالات سے خوفزدہ نہیں ہوتے بلکہ انہیں اپنی ساکھ مضبوط کرنے کا موقع سمجھتے ہیں۔

الغرض اس بحث کا فیصلہ سیاسی نعروں، جذباتی وابستگیوں یا نظریاتی تعصبات کی بنیاد پر نہیں بلکہ آئینی اصولوں، قانونی تقاضوں اور جمہوری اقدار کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ ہندوستان کا آئین کسی فرد، جماعت یا تنظیم کو قانون سے بالاتر مقام نہیں دیتا۔ اگر ملک واقعی قانون کی حکمرانی پر یقین رکھتا ہے تو شفافیت، جوابدہی اور مساوات کے اصول سب کے لیے یکساں ہونے چاہئیں۔ یہی آئین ہند کا تقاضا، جمہوریت کی روح اور ایک بالغ، مضبوط اور بااعتماد جمہوری معاشرے کی پہچان ہے۔

رابطہ ---- ۹۹۳۴۹۳۳۹۹۲

معروف شاعر، افسانہ نگار اور تاریخ نویس کی تیسری کتاب منظرِ عام پر آگئی

آفتاب عالم شاہ نوری

حضرت راجی نور شاہؒ المعروف شاہ نور باباؒ اور خانوادۂ میراں پٹیل شاہ نوری کے ۵۵۰ سالہ شجرۂ نسب پر مبنی تحقیقی کتاب کا رسم اجراء

کروشی (ضلع بلگام، کرناٹک)، ۱۴ جون ۲۰۲۶: ضلع بلگام کے تاریخی گاؤں کروشی میں بروز اتوار ایک باوقار علمی و ادبی تقریب کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں معروف شاعر، افسانہ نگار اور تاریخ نویس آفتاب عالم شاہ نوری کی تیسری تصنیف، جو حضرت راجی نور شاہؒ المعروف شاہ نور باباؒ اور خانوادۂ میراں پٹیل شاہ نوری کے تقریباً ۵۵۰ سالہ شجرۂ نسب، خاندانی تاریخ اور تاریخی معلومات پر مشتمل ہے، کی رسمِ اجراء انجام پائی۔ تقریب میں علاقے کی ممتاز علمی، ادبی، سماجی اور دینی شخصیات نے شرکت کی اور اس اہم علمی و تحقیقی کاوش کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔

تقریب کی صدارت کروشی کی معروف سماجی و تعلیمی شخصیت، استادِ شاعر محبوب پاشا حیدر صاحب پٹیل شاہ نوری نے فرمائی، جبکہ مہمانانِ خصوصی میں جناب محمد حیات چاند پٹیل، اقبال پٹیل، فاروق پٹیل، شہاب الدین پٹیل، عبدالستار پٹیل، ایم۔ ایچ۔ پٹیل، حیدر پٹیل، عبداللطیف پٹیل، عرفان پٹیل شاہ نوری، ابا صاحب پٹیل، محمد زبیر پٹیل، جہانگیر پٹیل، ماجد پٹیل، محمد صدیق پٹیل، شاہد حسین پٹیل، توصیف حسین پٹیل، اسدالزماں پٹیل، ندیم احمد پٹیل اور عدیم احمد پٹیل شامل تھے۔ اس کے علاوہ معروف افسانہ نگار چراغ ہبلوی اور مولانا آصف انعامی نے بھی شرکت فرما کر تقریب کو رونق بخشی۔ پروگرام کی نظامت عدیم احمد پٹیل نے انجام دی، جبکہ تلاوتِ کلام پاک کی سعادت مولانا محمد حیات پٹیل نے حاصل کی۔ ان کی پُرسوز قراءت نے محفل کو روحانی رنگ عطا کیا۔ بعد ازاں معروف شاعر شاہد پٹیل شاہ نوری نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی، جسے حاضرین نے نہایت عقیدت سے سنا۔ مہمانانِ گرامی کے استقبال اور گل پوشی کی رسم آفتاب عالم شاہ نوری نے انجام دی۔ اس کے فوراً بعد کتاب کی رسمِ اجراء عمل میں آئی، جس میں تمام مہمانانِ خصوصی نے شرکت کی۔ رسمِ اجراء کے بعد شاہد پٹیل شاہ نوری نے کتاب پر ایک جامع اور تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ مقالہ اس قدر معلوماتی اور مؤثر تھا کہ حاضرین کے اذہان گویا ساڑھے پانچ سو برس ماضی کی تاریخ میں پہنچ گئے۔

تقاریر کے سلسلے میں سب سے پہلے عالمِ شہرت یافتہ شاعر عرفان پٹیل شاہ نوری نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے صاحبِ کتاب کی محنت کو سراہا اور شجرۂ نسب کی تدوین و تحقیق کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد شہاب الدین پٹیل نے، علیل ہونے کے باوجود، تقریب میں شرکت کی اور تاریخ دانی کی اہمیت کے ساتھ اولیائے کرام کی اولاد ہونے کی ذمہ داریوں پر مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے زور دیا کہ اولیائے کرام کی اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اخلاق و کردار کو سنواریں اور دینی و دنیوی دونوں میدانوں میں ترقی کی منازل طے کریں۔ انہوں نے آفتاب عالم شاہ نوری کی علمی و ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے نظم و نثر دونوں میدانوں میں قابلِ قدر کام انجام دیا ہے۔ بعد ازاں دھارواڑ سے تشریف لائے معروف افسانہ نگار چراغ ہبلوی نے علمی و ادبی انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کتاب اور مصنف دونوں کی بھرپور پذیرائی کی۔ گاؤں کے استاذ الاساتذہ محمد حیات چاند پٹیل نے اپنے خطاب میں ماضی کے ساتھ ساتھ مستقبل کی طرف توجہ دینے، اپنے کردار کو سنوارنے اور نئی نسل کی فکری و اخلاقی تربیت پر زور دیا۔ انہوں نے کتاب کی افادیت، تاریخی اہمیت اور اس میں جمع کردہ نادر معلومات کو سراہتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور میں خاندانی تاریخ، شجرۂ نسب اور مقامی تاریخی ورثے کو محفوظ کرنا ایک عظیم علمی خدمت ہے، جس کے ذریعے نئی نسل اپنی شناخت، تہذیب اور بزرگوں کی خدمات سے آگاہ ہوتی ہے۔

حاضرینِ محفل نے کتاب کے مندرجات کو سراہتے ہوئے مصنف کو مبارک باد پیش کی اور اس علمی کاوش کو علاقے کی تاریخ کے تحفظ کی جانب ایک اہم قدم قرار دیا۔ شرکائے مجلس نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ کتاب میں نہ صرف حضرت راجی نور شاہؒ کی شخصیت، خدمات اور روحانی اثرات کو اجاگر کیا گیا ہے بلکہ کروشی گاؤں کی تاریخی جھلکیاں اور تقریباً ۵۵۰ سالہ شجرۂ نسب بھی منظم اور تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے، جو علمی و تحقیقی میدان میں ایک اہم اضافہ ہے۔

اپنے صدارتی خطاب میں محبوب پاشا حیدر صاحب پٹیل شاہ نوری نے مصنف کی علمی محنت، تاریخی شعور اور خاندانی ورثے کے تحفظ کی اس قابلِ قدر کوشش کو سراہتے ہوئے کہا کہ ایسی تصانیف آنے والی نسلوں کے لیے قیمتی سرمایہ ثابت ہوتی ہیں اور اپنے ماضی سے وابستگی کو مضبوط بناتی ہیں۔

تقریب کے اختتام پر مصنف آفتاب عالم شاہ نوری نے تمام مہمانوں، معاونین اور شرکائے مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس تصنیف کا مقصد اپنے اسلاف کی یادگار خدمات کو محفوظ کرنا اور نئی نسل کو اپنی تاریخ اور تہذیبی ورثے سے روشناس کرانا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ یہ کتاب اہلِ علم، محققین اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

دعائیہ کلمات اور نیک تمناؤں کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی، جبکہ شرکائے محفل نے مصنف کی مزید علمی، ادبی اور تحقیقی کامیابیوں کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

کروشی بلگام کرناٹک
۸۱۰۵۴۹۳۳۴۹

بزمِ گلشنِ ادب بھٹی جرولی سلطانپور کی ماہانہ طرحی نشست منعقد

پریس ریلیز

بزمِ گلشنِ ادب بھٹی جرولی سلطانپور کی ماہانہ طرحی نشست منعقد
ردیف: "محسوس ہوتا ہے" پر شعراء نے کلام پیش کیے

سلطانپور، ۱۴ جون ۲۰۲۶ - بزمِ گلشنِ ادب بھٹی جرولی سلطانپور کی ماہانہ طرحی نشست مورخہ ۱۴ جون ۲۰۲۶ کو منعقد ہوئی۔ نشست میں علاقے کے نامور شعراء کرام نے شرکت کی اور ردیف "محسوس ہوتا ہے" پر اپنے منتخب کلام پیش کیے۔

نشست کا آغاز جناب مومن سلطانپوری کی پیش کردہ نعتِ پاک سے ہوا۔ نظامتِ نشست کے فرائض جناب دانش سلطانپوری نے احسن انداز میں انجام دیے۔ صدارت معروف شاعر جناب تپش سلطانپوری نے کی۔

شعراء کرام کے منتخبہ اشعار:

۱. جناب شاکر سلطانپوری

مسافر ہے نہ جانے راستے میں کیسے پیش آئے
ابھی تو گفتگو سے مہربان محسوس ہوتا ہے

۲. جناب طارق سلطانپوری

پتہ ہے سب اسے طارق مگر خاموش بیٹھا ہے
زباں ہوتے ہوئے بھی بے زبان محسوس ہوتا ہے
نکلتا ہوں میں گھر سے جب دعا ماں باپ کی لے کر
تو سر پہ دھوپ میں بھی سائباں محسوس ہوتا ہے

۳- نظام سلطانپوری

۴. جناب تپش سلطانپوری

جلا ہے آشیانہ کیا کسی بلبل کا گلشن میں
یہ بادل بھی ہمیں جیسے دھواں محسوس ہوتا ہے

۵. جناب خاک سلطانپوری

کیا تھا منتخب رہبر جسے اپنے لئے میں نے
وہی لوٹے کا اپنا کارواں محسوس ہوتا ہے

۶. جناب نثر سلطانپوری

نبی کی آخری تلقین جس سجدے کی نسبت تھی
وہی سجدہ ہی امت کو گراں محسوس ہوتا ہے

۷. جناب گہر سلطانپوری

تمنا ہے یہی دل میں کہ دیکھوں روضۂ اقدس
جہاں ہر لمحہ جنت کا سماں محسوس ہوتا ہے

۸- اسیر سلطانپوری

فضا میں دور تک اٹھتا دھواں محسوس ہوتا ہے
کہیں پہ جل رہا ہے آشیاں محسوس ہوتا ہے

۹. جناب جانب سلطانپوری

کوئی اپنا جسے چاہو اگر وہ مار دے تھپڑ
کہاں پہ چوٹ لگتی ہے کہاں محسوس ہوتا ہے

۱۰. جناب یونس سلطانپوری

اپنا دکھڑا جو سب سے روتا ہے
آپ اپنا وقار کھوتا ہے

۱۱. جناب مومن سلطانپوری

امیرو! اپنا اپنا ہاتھ رکھو تم یتیموں پر
تمہارا دستِ شفقت سائباں محسوس ہوتا ہے
خیالوں میں اگر لاؤ تو رنج غم کی بستی کو
وگرنہ کوئی رنج و غم کہاں محسوس ہوتا ہے

۱۲- * جناب دانش سلطانپوری

شرکاء نے بزم کے منتظمین کی کاوشوں کو سراہا اور کہا کہ اس طرح کی ادبی نشستیں نوجوانوں میں اردو زبان و ادب سے محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔
آخر میں ملک و ملت کی سلامتی اور بزم کی ترقی کے لیے دعا کی گئی۔
پیشکش: معظّم ارزاں شاہی دوست پوری
رابطہ: ۷۳۰۹۷۳۳۱۹۸

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com,
Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810